

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ قَسْمًا

مقدمہ القرآن

(۱)

ہستی باری تعالیٰ

محمد علی

عبدالوہاب پبلشر ہے

(محبوب عام پریس ریلوے سروس ڈال ہو گیا ہتمام بالوالف خال پرنٹر کے چھپوایا)
تعداد طبع یک ہزار
قیمت ۶/-

اگر بالآخر مقدمہ القرآن کو کتابی صورت میں ہی چار جلدوں میں شان کرنے کا فیصلہ ہوا تو اسکی تہب میں میں ان اصول پر زیادہ وضاحت سے لکھ سکو گا جو میں نے اسکی ترتیب میں مدنظر رکھے ہیں۔ اس مختصر پہلے جرف کے ساتھ میں صرف اسقدر لکھنا چاہتا ہوں کہ میں نے کسی مضمون زیر عنوان پر آیات کے جمع کرنے میں حتی الوسع اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ ترتیب نزولی کا لحاظ رکھوں۔ یعنی جو سورتیں پہلے کی نازل شدہ ہیں۔ وہ ترتیب میں بھی پہلے آئیں۔ اور جو بعد کی نازل شدہ ہیں وہ ترتیب میں بھی بعد میں آئیں۔ اس مختصر تمہید میں میں ترتیب نزولی پر زیادہ تفصیل کے ساتھ نہیں لکھ سکتا مختصر طور پر میں نے نوٹ کر دیا ہے کہ میرے نزدیک سورتوں کی غالب ترتیب نزولی یہ تھی۔ مضامین پر بحث کرنے میں ترتیب نزولی کو مدنظر رکھنے سے مجھے قرآن کریم کا ایک عظیم الشان اعجاز نظر آیا ہے۔ اور وہ یہ کہ گو سورتیں کا نزول متفرق زمانوں اور متفرق حالات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایک مضمون کے متعلق ایک آیت کسی سورت میں ہو تو دوسری کہیں اور ہے۔ لیکن ان میں باہم تعلق اور ربط ایسا اعلیٰ درجہ کا نظر آتا ہے جو انسان کو حیران کر دیتا ہے کہ کس طرح ایک مضمون کی تدریج تکمیل کرتے ہوئے اسے ایسے کمال تک پہنچایا ہے جسکے آگے کوئی انتظار کی حالت باقی نہیں رہتی۔ مثلاً اس ہستی باری تعالیٰ کے مضمون کو لیلو کہ کس طرح سے پہلی وحی میں تمام قسم کی دلائل کا بیج بویا ہے اور پھر کس طرح وہ بیج آہستہ آہستہ نشوونما پا گیا۔ یہاں تک کہ ہستی باری تعالیٰ پر ایک ایسا مکمل مضمون ہو گیا ہے جس میں تمام پہلوؤں پر سیر کرن لائل موجود ہیں۔ ناشکری ہوگی اگر میں اس موقع پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ذکر نہ کروں جنہوں نے سے پہلے اس حقیقت عظیم کی طرف توجہ دلائی کہ قرآن کریم ہر صداقت کو بیان بھی کرتا ہے اور اسکے دلائل بھی دیتا ہے اور ہر باطل کی تردید بھی کرتا ہے اور اسکے دلائل بھی دیتا ہے۔ اس اصول پر کوئی الہامی کتاب قرآن شریف کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آیات کے ذوالہ میں میں نے سورتوں اور آیات کے صرف نمبر دیدیئے ہیں۔ اوپر سورت کا نمبر ہے اور نیچے آیت کا نمبر زیادہ

۱- ۱۱ تا ۲۱	۵۶-۵۷	۲۶ تا ۱۰۹	۱۱۱ تا ۱۱۲	ابتدائی نبی زمانہ
۲۹-۳۲	۳۳ تا ۳۹	۴۰ تا ۴۶		درمیانی نبی زمانہ
۴۶ تا ۵۶	۵۷ تا ۶۶	۶۷ تا ۷۸		آخری نبی زمانہ
۷۲ تا ۸۲	۸۳ تا ۹۲	۹۳ تا ۱۰۲		ہجرت سال اولیٰ
۱۰۳ تا ۱۱۲	۱۱۳ تا ۱۲۲	۱۲۳ تا ۱۳۲		ہجرت سال ۲-۳
۱۳۳ تا ۱۴۲	۱۴۳ تا ۱۵۲	۱۵۳ تا ۱۶۲		ہجرت سال ۴-۵
۱۶۳ تا ۱۷۲	۱۷۳ تا ۱۸۲	۱۸۳ تا ۱۹۲		ہجرت سال ۶-۷
۱۹۳ تا ۲۰۲	۲۰۳ تا ۲۱۲	۲۱۳ تا ۲۲۲		ہجرت سال ۸-۹

مشتمل علی

فہرست مضامین ہستی باری تعالیٰ

نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ	مضامین
۲۹	ایک علت العفل کا وجود ضروری ہے۔۔	۱	۱۔ چار قسم کے دلائل ۶۔
۳۰-۳۱	ہستی باری تعالیٰ پر فطرت انسانی کی گواہی	۱	سب سے پہلی وحی میں چار قسم کے دلائل ..
۳۰	انسان کا فطری احساس ذات باری کے متعلق	۲	مخلوق میں خالق کا نشان ..
۳۳	انسان کی فطرت میں باری تعالیٰ کی محبت۔	۳	فطرت انسانی میں ہستی باری کا نقش ..
۳۵	انسان کی فطرت میں باری تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا	۳	مخلوق کے علم سے خالق کا پتہ ..
۳۸	قلب انسانی کو اطمینان ذکر الہی سے ملتا ہے۔	۴	وحی الہی سے خدا کا علم حاصل ہوتا ہے ..
۴۰-۴۱	ہستی باری پر وحی الہی کی شہادت	۵	انسان کے لئے عزت اور برتری ..
۴۲	اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو انبیا پر وحی کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے۔۔۔	۶	چاروں دلائل میں ترتیب ..
۴۷	وحی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔۔۔	۲۹	۲۔ مخلوق سے خالق کی ہستی پر دلیل ۷۔
۴۵	اللہ تعالیٰ کے اپنے آپ کو کلام کے ذریعہ ظاہر کرنے میں حکمت ..	۷	خلق سے ہستی باری پر دلیل ..
۴۶	اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا عام انسانی تجربہ ہے۔	۹	نہستی سے ہستی کرنا ایک خالق کو چاہتا ہے۔
۴۹	وہ علم جو انسان اپنی کوشش سے حاصل کر سکتا تھا	۱۱	ایک چیز سے دوسری کا خلق کس طرح ہستی باری پر دلیل ہے
۵۰	وحی الہی ہستی باری پر سب سے زبردست شہادت ہے	۱۲	تکمیل خلق سے ہستی باری پر دلیل ..
۵۱	آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھیوں کے بلند مقامات پر پہنچنے اور دین اسلام کے غلبہ کی پیشگیمیاں	۱۵	اشیا میں اثر ڈالنے اور اثر قبول کرنیکی خاصیت
۵۲	سخت ترین مخالفت کے اٹھنے اور اس کی بربادی کی پیشگوئی	۱۷	انسان کی خلق میں خالق کا نشان ..
۵۴	..	۱۹	دوسرا کوئی خالق نہیں ..
		۲۰	ساری مخلوق میں ایک ہی قانون کام کر رہا ہے
		۲۳	ساری مخلوق ایک حکم کے ماتحت ہے ..
		۲۸	ہر شے فنا کے ماتحت ہے ..

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہستی باری تعالیٰ

اچار قسم کے دلائل

سب سے پہلی
وحی میں چار
قسم کے دلائل

سورہ علق کی یہ پانچ آیات سب سے پہلی وحی ہے

جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی۔ ان پانچ میں پہلی

اور آخری دس یہ بتایا کہ تیرا رب جس کے نام کی مدد

سے پڑھنے کی ہدایت کی جاتی ہے کون ہے۔ پہلی

دو میں یہ فرمایا کہ وہ پیدا کر نیوالا ہے پہلی آیت میں

ساری مخلوق کی پیدائش کا ذکر عام ہے۔ دوسری

میں انسان کی پیدائش کا ذکر خاص ہے۔ سچھلی دو

۹۶ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝

العلق
تیرا رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

انسان کو تھڑے (یا علق) سے پیدا کیا

اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝

پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر عزت والا ہے

الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝

جس نے قلم کے ذریعے علم دیا

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمُ ۝

انسان کو وہ علم بھی دیا جو اسے حاصل نہ تھا

یعنی چوتھی اور پانچویں میں یہ فرمایا کہ تیرا رب وہ ہے جو علم دیتا ہے۔ چوتھی میں یہ ہے کہ وہ قلم

کے ذریعے سے علم دیتا ہے جو اس کا علم عام ہے اور جسے انسان اپنی کوشش سے قلم کی مدد

سے حاصل کرتا ہے۔ اور پانچویں میں یہ ہے کہ وہ وہ علم خاص بھی دیتا ہے جو انسان خود حاصل

نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ علم جو انبیاء کو بذریعہ وحی حاصل ہوتا ہے۔ اور درمیانی یعنی تیسری آیت میں

اس رب کو اکرم یا بڑی بزرگی والا کہہ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ انسان کو بزرگی علم سے ملتی ہے کیونکہ

جیسا کہ فرمایا رب اکرم وہ ہے جو علم دیتا ہے خواہ وہ علم قلم کے ذریعے سے دے یعنی اکتساب

اور خواہ موہبت سے یعنی وحی کے ذریعہ سے عطا فرمائے۔ پس ان پانچ آیتوں میں چار قسم کے دلائل ہستی باری پر دیئے ہیں۔ اور یوں بطور ایک بیج کی سب سے پہلی وحی میں ہی ہستی باری تعالیٰ پر سب اقسام دلائل کو جمع کر دیا ہے جو ممکن طور پر وہی جاسکتی ہیں۔ اور قرآن کریم جس قدر نازل ہوا اس میں اسی بیج کی مکمل صورت دکھائی ہے اور تدریجاً علم کے رنگ میں ان چاروں قسم کے دلائل کو واضح کیا اور تکمیل کو پہنچایا ہے۔

سب سے پہلی دلیل ربك الذی خلق میں دی ہے۔ تیز راب کون ہے؟ وہ جس نے پیدا کیا۔ کس کو پیدا کیا؟ کسی خاص چیز کا نام نہیں لیا یہ بتانے کو کہ جو کچھ دنیا میں ہے سب کا خالق وہی ہے۔ سب سے پہلی بات قابل غور یہ ہے کہ یہاں بسم اللہ الذی خلق نہیں فرمایا بلکہ باسم ربك الذی خلق فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رب کا نام اپنے اندر تعلق مخلوق ایک خاص مفہوم رکھتا ہے اور اللہ ذاتی نام ہے جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے تو چونکہ یہاں خلق کو بطور دلیل پیش کرنا تھا اس لئے رب کے اس مفہوم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ربك سے ابتدا کی۔ رب کے معنی مفردات راغب میں یوں دیئے ہیں انشاء اللہ حالاً فقال الى حد التامہ یعنی ایک چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف نشوونما دیتے جانا یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جائے تو گویا فرمایا کہ جس نے پیدا کیا اس نے اپنے پیدا کرنے کا ایک خاص نشان ہر چیز میں رکھا ہے۔ اور وہ نشان اس کی ربوبیت ہے کہ اس نے تمام چیزوں کو اس طرح پر پیدا کیا ہے کہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف ترقی کرتی چلی جاتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خلق کا وہ نشان ہے جس سے اسکی کوئی مخلوق خالی نہیں اور انسان خواہ کتنے بھی کمالات حاصل کرے لیکن وہ ایسی کوئی چیز نہیں بنا سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ کی ہستی کی پہلی دلیل اسکی خلق ہے یعنی اس کا چیزوں کو پیدا کرنا۔

۲۔ دوسری بات ربك کے متعلق یہ بتائی ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ مگر ساتھ اس قدر بڑھایا ہے کہ اسے خلق سے پیدا کیا۔ قرآن شریف میں جو عموماً انسان کو پیدا کرنے کا ذکر آتا ہے

مخلوق میں
خالق کا نشان

فطرت انسانی میں
ہستی باری کا نقش

تو مٹی سے یا نطفہ سے پیدا کرنے کا ذکر آتا ہے۔ مگر یہاں سب سے ابتدائی وحی میں علق کا لفظ اختیار فرمایا۔ علق کے معنی ہیں کسی چیز کا دوسری سے تعلق ہونا۔ اور نطفہ کی اس حالت کو علقہ کہا جاتا ہے۔ جب سپرم اور م سے مل جانے کے بعد جسے قرآن شریف نے نطفۃ امشاج (نطفہ) کہا ہے۔ رحم مادر میں سوراخ کرتا ہوا اس کے ساتھ پیوست ہو جاتا ہے۔ اور یہ نطفہ کے بعد کی حالت ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں کئی جگہ ذکر آتا ہے اور علق کے معنی محبت اور تعلق ہیں اور یہی اس کے اصلی معنی ہیں۔ اور یہاں یہی معنی مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں ایک محبت تعلق لگا دینے خالق کے ساتھ رکھا گیا ہے اور اس کی ترکیب ایسی ہے جیسے خلق الانسان من عجل ریحہ کی جہاں انسان کے جلد بازی سے پیدا کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی طبیعت میں جلد بازی ہے یا خلقکم من ضعف (نطفہ) سے مراد یہ ہے کہ تم خود اپنی کمزوری اور بکسی کو محسوس کرتے ہو گویا وہ تمہاری فطرت کے اندر ہے۔ اگر علق بمعنی علقہ لیا جائے تو بھی غرض یہاں یہی ہے کہ جس طرح انسان کی جسمانی زندگی کی ابتدا ایک تعلق سے ہوتی ہے اسی طرح اس کی دوسری زندگی کی ابتدا بھی اس تعلق سے ہوتی ہے جو اس کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کیساتھ رکھا گیا ہے۔ گویا من علق کا لفظ لاکر توجہ اس بات کی طرف دلانی گئی ہے کہ انسانی فطرت میں ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگاؤ کا نقش مرکوز ہے۔ اور یہ گویا ہستی باری تعالیٰ پر دوسری دلیل ہے کہ اس کی فطرت ایک بالاتر ہستی کے ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ مخلوق ہونے کی حیثیت میں اس میں ہستی باری کی وہ ربوبیت کی شہادت بھی موجود ہے جس کا ذکر ذیل اول میں ہو چکا۔ لیکن چونکہ بحیثیت انسان اس کو ساری مخلوق پر ایک امتیاز حاصل ہے اسی کے مطابق اس کی فطرت میں دوسری تمام مخلوق سے ممتاز رنگ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا احساس بھی موجود ہے۔

مخلوق کے علم سے خالق کا پتہ

۳۔ چوتھی آیت میں ایک اور دلیل دی ہے جس کا تعلق علم انسانی سے ہے۔ کیونکہ یہاں فرمایا کہ وہ وہ ذات ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے انسان کو علم دیا ہے۔ علم کے متعلق قلم کا ذکر لانے میں یہ اشارہ ہے کہ جو علم ایک انسان حاصل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے دوسروں تک

پہنچانے کا سامان بھی رکھا ہے تاکہ بعد میں آئیوالی نسلیں یا اسی زمانہ کے اور لوگ بھی اس علم سے فائدہ اٹھائیں۔ اور دوسرا اس میں یہ دکھانا مقصود ہے کہ یہاں اس علم کا ذکر ہے جو انسانی کوشش سے حاصل ہوتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ انسان جو علم حاصل کرتا ہے اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلیل ملتی ہے۔ اور اس کو خلق والی دلیل سے الگ کر کے بیان کیا ہے۔ کیونکہ پہلی دلیل میں وہ باتیں آتی ہیں جو ایک سرسری نگاہ سے مخلوق کو دیکھنے سے معلوم ہوتی ہیں۔ پھر اس کے بعد جوں جوں انسان کا علم مخلوق کے متعلق ترقی کرتا ہے توں توں اس کی ہستی پر مزید دلائل اس کو ملتے ہیں تو گویا تیسری قسم کی دلائل وہ ہیں جن کی طرف انسان کا علم اسے زہری کرتا ہے۔ جب وہ مخلوق پر غور کرتا ہے گویا جوں جوں انسان کا علم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے متعلق ترقی کرتا ہے توں توں اس کی ہستی پر مزید دلائل پیدا ہوتی ہیں۔ گویا یہ دلیل دلیل اول کا ہی حصہ ہے۔

۴۔ پانچویں آیت میں پھر علم کا ہی ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ پہلے علم سے الگ ہے یا یہ کہ اسے پہلے علم پر کوئی ذوقیت حاصل ہے اور اس ذوقیت کا پتہ خود مالہ یجلہ میں بتا دیا یعنی یہ وہ علم ہے جو انسان کی کوشش سے حاصل نہیں ہوتا۔ جس کے لائیوالی قلم انسانی نہیں بلکہ یہ ایسا علم ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ اس کی کوشش کے دخل کے بغیر یعنی وہی طور پر دیتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ اس علم کا ذکر کرتے ہوئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی الہی دیا گیا۔ فرمایا وعلمک مالہ تکن تعلہ (۱۱۱) جہاں بعینہ وہی الفاظ استعمال کئے۔ گئے ہیں جو یہاں ہیں پس مالہ یجلہ یا مالہ تعلہ وہ علم ہے جو بذریعہ کتاب حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ وحی الہی کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ اور ترتیب آیات پر اگر غور کیا جائے تو بھی ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس آیت میں وحی الہی کا ذکر ہے۔ کیونکہ جس طرح پہلی دلیل ہستی باری تعالیٰ پر محض خلق سے لی ہے اور اس کے مقابل پر تیسری دلیل اس علم سے پیدا ہوتی ہے جو انسان مخلوقات کے متعلق حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح چونکہ دوسری دلیل فطرت انسانی کا نور ہے جو انسان کو اپنے مولیٰ کی طرف ہدایت کرتا ہے تو اس کے مقابل پر چوتھی دلیل وہ علم ہے جو اس فطرت کے نور کو بھیسف کرتا

ل الہی سے صلہ
علم حاصل ہوتا
ہے

ہے یعنی وحی الہی کا نور گویا خلق دالی دلیل علم سے اپنے کمال کو پہنچتی ہے اور فطرت دالی دلیل وحی سے اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ اور خالق کا وہ علم جو حق الیقین کے مرتبہ پر انسان کو پہنچاتا ہے وہ وحی الہی سے ہی حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح اس کی صفات کا ملکہ کا علم بھی اسی ذریعہ سے ملتا ہے اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی راہ بھی وحی الہی ہی بتاتی ہے۔

نوٹ علامہ درمیانی آیت اخرا اور بک الاکرم یہ سمجھانے کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ اسے عزت اور بزرگی کے مقام پر پہنچاتا ہے اور وہ عزت اور بزرگی انسان کو اس علم سے بھی حاصل ہوتی ہے جو وہ قلم کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور اس علم سے بھی جو اسے وحی الہی سے ملتا ہے اور یہاں بالخصوص اس عزت اور بزرگی کی طرف اشارہ ہے جو قرآن کریم کے ذریعہ سے جس کے پڑھنے کا یہاں حکم ہے رسول اللہ صلعم کو ملنے والی تھی۔ اور یہی فی الحقیقت ایک پیشگوئی کے رنگ میں ہے جس کی وضاحت بعد کی وحی میں کی گئی ہے۔ اور یہ بھی ایک رنگ میں ہستی باری پر دلیل ہے۔ مگر اس کا تعلق وحی الہی کے مضمون سے ہے اور اس پر مزید بحث آگے آئیگی۔

نوٹ ۲۔ اس ترتیب پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان چاروں دلیلوں میں ایک دوسری پر اپنی ترتیب کے لحاظ سے فضیلت رکھتی ہے اور زیادہ یقینی علم پیدا کرنے والی ہے۔ محاذی پر غور کرنے سے اور پھر اس کا علم حاصل کرنے سے اگر ہستی باری کا علم الیقین پیدا ہوتا ہے تو فطرت انسانی کا نور جب پورا روشن ہو تو وہ عین الیقین کے مرتبہ پر پہنچاتا ہے۔ گویا انسان کا فطری احساس جب نہایت مصنف ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسے انسان آنکھ سے ایک چیز کو دیکھ لے

۱۔ علم کے تین مرتبہ قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین (دیکھو سورہ ۱۰۲) علم الیقین وہ علم ہے جو دلائل سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض دلائل سے بطور تیسرے ایک بات ماننی پڑتی ہے جو عین الیقین یہ ہے کہ اس کا شاہدہ کر لیا جائے اور حق الیقین یہ ہے کہ وہ حالت خود انسان پر وارد ہو جائے۔ مثلاً دوست سے دھواں دیکھ کر نتیجہ نکالنا کہ وہاں آگ جل رہی ہے علم الیقین ہے۔ آگے بڑھ کر اسے دیکھ لینا عین الیقین ہے اور جب اس کے اندر کوئی چیز داخل ہو اور اس کی کیفیت کو محسوس کر لے تو وہ حق الیقین ہے۔

انسان کے لئے
عزت اور بزرگی

چاروں دلائل
میں ترتیب

کیونکہ انسان کی اندرونی شہادت بمنزلہ رویت کے ہے۔ اور وحی الہی حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچاتی ہے۔ جب سائے پڑے اٹھ جاتے ہیں اور انسان کا کامل تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کا انعکاس اس کے آئینہ قلب میں آجاتا ہے۔ نہ صرف اس برگزیدہ انسان کے جس پر وحی کا نزول ہوتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ سے اس سے تعلق پیدا کرنے والوں کے دلوں میں بھی وہی انعکاس آجاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح اس کے قلب میں صفات الہی کا انعکاس ہوتا ہے اس سے تعلق رکھنے والوں کے قلوب میں اسکی صفات کا انعکاس ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خلق اور علم انسانی کی دلائل و دہنوں صرف اس حد تک جاتی ہیں کہ اس مخلوقات کا کوئی پیدا کرنے والا ہونا چاہئے۔ اس نظامِ بلع اور ترتیبِ محکم کا کوئی صانع ہونا چاہئے۔ اور فطرت کے اندر گویا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا احساس موجود ہے لیکن یہ احساس بعض وقت کم اور بعض وقت زیادہ ہوتا ہے۔ اور بعض وقت بالکل و باہوا ہوتا ہے اور محض احساس سے بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا نہیں ہوتا نہ اس کی صفات کا علم پیدا ہوتا ہے۔ وحی الہی نہ صرف کامل درجہ کا یقینی علم اس ذاتِ غیبِ الغیب اور نہماں و درنماں کے متعلق دیتی ہے کہ اس کی آواز بھی سن لی جاتی ہے کہ میں ہوں بلکہ اس کی صفات کا علم بھی سوائے وحی الہی کے اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا اور ذاتِ باری پر ایمان مفید تب ہی ہوتا ہے جب اس کی صفات کا علم انسان کو دیا جائے تاکہ وہ ان صفات کے علم سے فائدہ اٹھائے اور اپنے معبود اور محبوب کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگنے کی کوشش کرے۔ محض اتنا مان لینے سے کہ اس مخلوق کا کوئی صانع ہونا چاہئے یا اس احساس سے کہ خدا ہے انسان کو چنداں فائدہ حاصل نہیں ہوتا لیکن جب اس ذاتِ پاک و بڑتر کی صفات کا علم انسان کو ملتا ہے تو اس کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے اس کے دل کی حالت تبدیل ہو جاتی ہے۔ زندگی کے متعلق اس کا نقطہ نظر بدل جاتا ہے اور اسے ایک نئی طاقت مل جاتی ہے جس کے ساتھ وہ آہستہ آہستہ ہر قسم

کے بڑے خیالات پر غالب آجاتا اور قسم کی پستی سے اوپر اٹھ آتا ہے۔ یہی ذات باری پر حق الیقین کا مرتبہ ہے۔

۲۔ مخلوق سے خالق کی مستی پر دلیل

خلق سے ہستی
باری پر دلیل

سب سے پہلی دلیل ہستی باری تعالیٰ پر ربك الذی خلق در ۹۶ سے دی ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ اللہ الذی خلق نہیں کہ ربك الذی خلق کہا ہے۔ یعنی ہستی باری پر یہ دلیل ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا رب ہے اور رب برائے لغت وہ پرورش کرنے والا ہے جو ایک چیز کو ادنیٰ سے ادنیٰ حالت سے اٹھا کر اعلیٰ سے اعلیٰ حالت تک پہنچاتا ہو

۹۶ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ	خلق اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا
۹۷ سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الَّا عَلٰی	اعلایا اپنے رب بہت بلند کے نام کی شہیح کر
الَّذِي خَلَقَ نَفْسُو	جو پیدا کرتا ہے پھر کامل بناتا ہے
۱۰۰ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدٰی	اور جو اندازہ کرتا ہے پھر ہدایت دیتا ہے

اور درجہ بدرجہ اس کو ترقی دیتا چلا جاتا ہے۔ گویا مسئلہ ارتقا کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس زمانہ کا مسئلہ ہے اور آج سے سو برس پیشتر بھی کسی کو اس کا علم نہ تھا۔ اور رب کے لفظ میں یہ بتایا ہے کہ جس قدر پیچھے ہٹتے جاؤ گے اس تمام مادہ کی کوئی حالت اس سے ادنیٰ اور ہوتی چلی جائے گی۔ اس لئے اس کی جو کوئی پہلی حالت ہے وہ آخر ہستی سے ہستی کی حالت ہوگی۔ اگر یہ مادہ شروع سے ایک حالت پر ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ خود بخود ہو مگر اس میں ہر آن ایک تغیر لگا ہوا ہے اور وہ تغیر ادنیٰ سے اعلیٰ حالت کی طرف ہے پس جو کوئی بھی اس کی ادنیٰ سے ادنیٰ حالت تصور میں لائی جاسکے اس کا نام سائنس والے ایٹم رکھ لیں۔ جسے غلط طور پر جزء لایتنجزی سمجھ لیا گیا تھا یا اس سے پیچھے ہٹ کر اس کی حالت ایلیکٹرون کی سمجھ لی جائے جو فی الحقیقت قوت برقی کا ایک کرشمہ ہے اس سے بھی اور پیچھے ہٹنا

پڑے گا۔ یہاں تک کہ آخری حالت سوائے نیستی کے اور کوئی متصور نہیں ہو سکتی۔ اس لئے رب کے خالق ہونے میں ہستی باری تعالیٰ پر یہ زبردست دلیل موجود ہے کہ نیستی سے ہستی کر نیوالا ہے۔

اس کے بعد ہمیں خلق کے ساتھ تین اور باتیں بیان کی ہیں۔ گویا جس طرح خلق اشیا ہستی باری پر دلیل ہے اسی طرح یہ تینوں بھی ہستی باری پر دلیل ہیں۔ یہ اسی دلیل خلق کی توسیع ہے کیونکہ یہ تینوں باتیں بھی خلق اشیا سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ خلق ایک چیز کا وجود میں لانا ہے تو تسویہ اس میں اس کے موزون حال قوی کار رکھنا ہے۔ تقدیر اس کو ایک اندازہ کے مطابق بنانا ہے اور ہدایت اس کو اس کی منزل مقصود تک پہنچانا ہے۔ یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی طاقت اس کے علم اس کے مدبر بالا راہ ہونے پر دلیل ہیں۔ ان چار امور کو اکٹھا کر کے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خلق اشیا اس طرح نہیں جیسے مثلاً ایک انسان ایک مٹی کی صورت بناتا ہے بلکہ وہ رب کی پیدائش ہونیکے وجہ سے اپنے اندر چار باتیں رکھتی ہے۔ رب کے معنی ہیں ایک چیز کو تدریجاً اپنے کمال کو پہنچا نیوالا۔ اس لئے اسکی مخلوق میں بھی ارنے سے اعلیٰ کی طرف ترقی کی صورت نظر آتی ہے۔ یعنی ایک چیز کو عدم سے وجود میں لایا جاتا ہے جو اس کی خلق ہے پھر اس میں ایسے قوی رکھے جاتے ہیں اور ایسی استعدادیں اسے عطا کی جاتی ہیں کہ جن سے وہ ترقی کر سکے اور ادنیٰ سے اعلیٰ حالت کو پہنچ سکے۔ یہ اس کا تسویہ ہے جس کے لئے ہمیں ہر شے میں پھر اس کیلئے ایک ترقی کا دائرہ بھی مقرر ہے کہ اس کے اندر اندر ہے۔ اس کی تمام ترقیات محدود ہیں ان سے باہر وہ نہیں نکل سکتی یہ اس کی تقدیر ہے جس کے لئے ہم میں فرمایا الذی قدر جس سے ظاہر ہے کہ یہ جذبہ مقرر کرنے والی بھی کوئی بالا ہستی ہے کہ ہر چیز کا اختیار نہیں کہ جس طرف چاہے اپنی ترقی میں نکل جائے۔ اس نے ہر چیز کو ایک اندازہ پر رکھا ہے تاکہ وہ دوسروں کی ترقی میں روک نہ ہو اور سب کی سب چیزیں ادنیٰ سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کرتی

جائیں۔ چوتھی بات ہدایت ہے یعنی کوئی خارجی سامان دینا جس سے مل کر یہ اندرونی استعدادیں کام کریں اور وہ چیز ان دونوں کے تعاون سے اس ترقی کی حالت پر پہنچ سکے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے جس کیلئے ۴۹ میں فرمایا فہدیٰ گو یا خلق اگر ایک چیز کا وجود میں لانا ہے تو اس کی تکمیل تسویہ تقدیر اور ہدایت کو بھی چاہتی ہے۔ اور ان تینوں کے ساتھ مل کر دلیل خلق کو زبردست قوت حاصل ہوتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ علت العلل بولاشیا کو وجود میں لاتی ہے وہ محض ایک اندھی علت نہیں بلکہ اس کی خلق میں اس کا علم تام اس کی قدرت تامہ اور اس کی حکمت کاملہ صریح طور پر نظر آتی ہے کہ کس طرح وہ ایک چیز کو پیدا کرتا پھر اس کے اندر اس کی ترقی کے لئے استعدادیں رکھتا پھر اس کے اوپر حد بندیاں لگاتا ہے کہ وہ اپنے دائرہ سے باہر نکل کر دوسری مخلوق کی ترقی میں ہاراج نہ ہو اور ان سب باتوں کے ساتھ فالج میں ایسے سامان پیدا کرتا ہے کہ وہ چیزوں کی اندرونی استعدادوں کے معاون ہو کر انہیں اس قابل بناتے ہیں کہ ہر مخلوق اپنے کمال حاصل کرے

۴۹ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ

ظہار ربیع ہر چیز کو اپنی بدلتی عطا کی پھر اسے اپنے کمال کی راہ دکھائی

۵۰ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدْ رُكِّدَهُ نَسْرًا

الفرقان اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کے لئے ایک انداز مقرر کیا

۵۱ وَرَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

الہون تمہارا رب ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے

۵۲ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

الرحمن اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے

۵۳ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ذَكَرَهُ يُكَلِّمُ الَّذِينَ يَشَاءُ

الکافران اور اس نے ہر ایک چیز کو یاد کیا اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے

۵۴ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدْهُ وَكَرِهًا

ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا سو اس کی عبادت کرو

۵۵ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمانوں اور زمین کا عجیب پیدا کرنے والا

نہیستی سے ہستی
کرنے کا خالق
کو چاہتا ہے

خلق کا لفظ دو معنی میں آتا ہے۔ اول ایک چیز کا باطل نیا وجود میں لانا جس کی نہ کوئی اصل ہے اور نہ کوئی نمونہ ہے۔ یعنی نہیستی سے ہستی میں لانا ابداع الشئ من غیر اصل ولا احتذاء (راغب) اور دوسرے ایک چیز سے دوسری چیز کا وجود میں لانا قرآن کریم نے خلق کو ہستی باری پر دونوں طرح پر دلیل کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اول نہیستی سے ہستی کرنے کے معنی میں۔ اور دوسرے ایک چیز سے دوسری چیز بنانے

بَدِيعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

البدیع آسمانوں اور زمین کا عجیب بنانے والا

وَهُوَ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

المتصوِّر (مادہ کا) پیدا کرنے والا روح کا پیدا کرنے والا (مختلف) شکلیں بنانا والا

کے معنی میں۔ پہلی بات کو ثابت کرنے کے لئے

ایک تہ قرآن شریف میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کو خالق

کل شی کہا ہے اور تمام چیزوں کی خلق کو اللہ

تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ پس اگر وہ انسان کو نطفہ سے بناتا ہے تو وہ نطفہ کا بھی خالق

ہے۔ اور اگر وہ نطفہ کو غذاؤں سے بناتا ہے تو وہ غذاؤں کا بھی خالق ہے اور اگر وہ غذاؤں

کو زمین سے بناتا ہے تو وہ زمین کا بھی خالق ہے اور اگر وہ زمین کو مادے سے بناتا ہے تو وہ مادہ کا بھی

خالق ہے غرض جب وہ ہر شے کا خالق ہے تو کوئی چیز جس کو اس عالم کی ابتدا فرض کیا جائے نہ اس کا

بھی خالق ہے اسلئے وہ نستی سے ہستی کر نیو والا ہے اور نستی سے ہستی کرنا ہی اللہ تعالیٰ کے ہونیکے سب سے

بڑی دلیل ہے کیونکہ نستی سے ہستی بغیر خالق کے متصور ہی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یہ مان

لیا جائے کہ مادہ اور روح پہلے سے مع اپنی تمام صفات کے اور تمام استعدادوں کے

موجود ہیں تو ایک دوسرے سے تعلق پکڑنا بھی انہی صفات کا ایک کرشمہ ہو گا۔ اس

فرض کے لئے خالق کے وجود کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ دوسرے جہاں اللہ تعالیٰ

کو خالق کہا ہے وہاں اسے بدیع السموات والارض بھی کہا ہے اور بدیع کے معنی

راغب نے یوں کئے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف یہ لفظ منسوب ہو تو اس سے مراد

ایسا بنانا ہے جو بغیر مادہ اور آلہ اور مکان اور زمانہ کے کسی چیز کو وجود میں لایا جائے تو

خالق کی تشریح لفظ بدیع سے کر کے یہ بتا دیا ہے کہ وہ نستی سے ہستی میں لاتا ہے۔

اور تیسرے جہاں سورہ حشر میں اسمائے الہی کا ذکر کیا ہے وہاں خالق کے ساتھ دواو

لفظ رکھے ہیں۔ ایک باری اور ایک مصور۔ اور باری کے معنی ہیں روحوں کا پیدا کرنے والا

کیونکہ برٹے لغت خلق عام ہے اور برا حیوانات سے مخصوص ہے اور مصور ترکیب

دینے والا ہے گویا ان تین اسماء خالق۔ باری۔ مصور کو جمع کر کے بتایا ہے کہ وہ مادہ کو

بھی پیدا کرتا ہے روحوں کو بھی پیدا کرتا ہے اور پھر ان دونوں کو ترکیب بھی دیتا ہے۔

ایک چیز سے
دوسری کا خلق
کس طرح ہستی
باری پر ہے

ایک چیز سے دوسری کا پیدا کرنا یہ بھی قرآن

شریف میں بہت مذکور ہے اور بعض جگہ
تو صرف انسان کو یہ توجہ دلانے کے لئے

ہے کہ کس طرح اس نے ایک ادنیٰ حالت

سے اعلیٰ کی طرف ترقی کی ہے تاکہ اسے

یہ بتایا جائے کہ وہ خدا جس نے اسے

ایسی ادنیٰ حالت سے اٹھا کر اعلیٰ درجہ

پر پہنچایا۔ اگر وہ اس سے بھی کوئی بلند تر

زندگی اسے دینے کا وعدہ کرتا ہے تو

اس میں استبعاد کوئی نہیں اور بعض جگہ

اور اغراض کے لئے اس کا ذکر کیا ہے اور

اس کا ذکر اپنے اپنے موقوعہ پر اس مضمون

کے لحاظ سے ہوگا لیکن بعض مقامات

پر اس بیان میں ایسے علمی امور کا انکشاف ہے کہ اس سے خود اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک

دلیل پیدا ہوتی ہے مثلاً ۲۲ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا

کیا ہے اب یہ ایک علمی حقیقت ہے کہ جس کا کوئی علم اس زمانہ میں نہ تھا اور نہ عرب کے

ایک امی کو کسی طرح اس کا علم حاصل ہو سکتا تھا۔ مگر آج یہ ایک مسلم امر ہے کہ زندگی پانی

سے ہی ہوتی ہے اور پانی کے بغیر زندگی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ جس

ترتیب میں جانداروں کی پیدائش کا ذکر کیا ہے وہ بھی نہایت اعلیٰ درجہ کا علمی انکشاف

۲۲ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ فَمِنْهُمْ مَّن

النور اور اللہ نے ہر ایک جاندار کو پانی سے پیدا کیا تو کوئی ان میں سے وہ

۲۳ كَيْمَشِي عَلَىٰ بَطْنِهِۦ وَمِنْهُمْ مَّن يَّمْشِي

ہے جو اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور کوئی ان میں سے وہ ہے جو

۲۴ عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّن يَّمْشِي عَلَىٰ اَرْبَعِ

دو پاؤں پر چلتا ہے اور کوئی ان میں سے وہ ہے جو چار پاؤں پر چلتا

۲۵ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ فَنفْخُ

ہے اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

۲۶ سُبْحٰنَ الَّذِيۡ يَخْلُقُ لِرٰزِحٍ كَلٰمًا مَّا

ہیں بے عیب ذات ہے جس سے سب جوڑے پیدا کئے اس سے جو

۲۷ تَنْبِتُ الْاَرْضَ مِّنۡ اَنْفُسِهِمْ وَمِثْلًا لِّبٰعُوْنَ

زمین نکالتی ہے اور ان کی اپنی جانوں سے اور اس سے جو وہ نکالتے

۲۸ وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۡ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

الغرض اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے

۲۹ وَمَا بَشَرٌ فِیْہِمَا مِّنۡ دَابَّةٍ مَّا

اور جو ان دونوں انداز میں جاندار پیدا نہیں

ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے جو جاندار پیدا ہوتے ہیں وہ پیٹ پر چلنے والے یا ریٹنے والے

ہیں اس کے بعد دو پاؤں پر چلنے والے جیسے پرند وغیرہ (انسان اس میں شامل نہیں)

اور اس کے بعد چار پاؤں پر چلنے والے ہیں اور پھر مخلوق اللہ ما ایشاء میں انسان کی سیدائش کی طرف اشارہ ہے۔ جو تمام حیوانات کے بعد پیدا ہوتا ہے یہ بھی اسی زمانہ کے علمی انکشافات میں سے ہے کہ پہلے ریگنے والے جاندار پیدا ہوئے پھر اڑنے والے پھر چارپائے اور آخر پر انسان آیا ہے پھر کئی جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے جوڑے پیدا کئے ہیں یعنی ان میں زرمادہ ہیں اور پتہ میں تصریح فرمائی کہ سبزیوں میں بھی جوڑے ہیں اور انسانوں میں بھی اور ان چیزوں میں بھی جن کو لوگ نہیں جانتے کس قدر کمال کا انکشاف ہے سبز لیا میں جوڑوں کا ہونا آج سے چند سال پیشتر کون جانتا تھا اور پھر اس کے ساتھ جو ممالا بعلوم کے لفظ بڑھائے ہیں۔ ان میں یہ واضح کیا ہے کہ ایسی چیزوں میں بھی جوڑے ہیں جن کا ابھی انسان کو علم ہی نہیں۔ سو آج اس کی صداقت بھی کیسی کھلی ہے کہ وہ چھوٹے سے چھوٹے زندگی کے کیڑے جن کو میس کما جاتا ہے اور جن کو انسان کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی بلکہ خوردبین سے دیکھے جاتے ہیں ان میں بھی زرمادہ ہیں۔ اور انشوری میں صراحت سے یہ فرمایا کہ خدا کی مخلوق جاندار (دابة) صرف زمین میں ہی نہیں بلکہ سموات میں بھی ہے مابث فیہما من دابة یقیناً یہ خیال کہ جس قسم کی مخلوقات زمین پر ہے ایسی ہی مخلوقات و اجرام سماوی میں بھی ہے اس کا نام و نشان تک آج سے چند سال پیشتر نہ تھا۔ اسی طرح اور بھی کئی مقامات ہیں جن میں خلق کے ذکر میں ایسے علمی انکشافات ہیں کہ وہ ہستی باری پر دلیل کا کام دیتے ہیں۔

تکمیل خلق میں قرآن کریم نے سورہ اعلیٰ میں تین باتوں کا ذکر کیا ہے یعنی تسویہ (سوی) تقدیر (قدر)۔ ہدایت (ہدی) پہلے ان تینوں کا مفہوم بروئے لغت سمجھ لینا ضروری ہے۔ تسویہ (تسویہ الشی جعۃ سواء اما فی الرفعة او فی الضمۃ فسواک ای جعل خلقتک علی ما اقتضت الحکمة وقولہ ونفس وما سواها اشارۃ الی القوی الی جنہا مقومۃ للنفس (راغب) دیکھا سویتہ ناستوی قد بلغ الغایۃ فی شبابہ وتمام خلقہ وعقلہ (لسان العرب) پس تسویہ

کسی شے کا اس میں ایسے قوی کارکھنا ہے جن سے وہ اپنے کمال کو حاصل کرے۔ ۲۔ تقدیر و تقدیر دو طرح پر ہے۔ قدرت کا عطا کرنا اور دوسرے ایک اندازہ پر چیزوں کا بنانا۔ یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔ ۳۔ ہدی۔ الهدایۃ الرشاد والدلالۃ بلطف الی ما یوصل الی المطلوب۔ یعنی کسی چیز کی ایسی رہنمائی کرنا کہ وہ اپنی منزل مقصود کو پہنچ جائے یا اپنی غایت کو حاصل کرے۔

یہاں چند آیات بطور نمونہ درج ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ کس طرح وہ تمام مخلوق کو بتدریج کمال کو پہنچاتا ہے۔ درحقیقت یہ تینوں باتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ تسویہ یعنی اشیاء میں خاص استعدادوں کا رکھنا۔ تقدیر ان کو ایک اندازہ پر رکھنا۔ جس سے باہر وہ نہیں نکل سکتیں ہدایت یعنی خارجی سامانوں سے انہیں تکمیل کو پہنچانا۔ اس زمین پر جو کچھ زندگی ہم کو نظر آتی ہے اس میں سب اوتی چیز اور پیدائش میں سب سے پہلی چیز روئیدگی ہے اور اسی کو قرآن شریف نے سب سے پہلے لیا ہے چنانچہ سورہ اعلیٰ میں تسویہ تقدیر ہدایت کا ذکر کیا تو اس کے ساتھ ہی بڑھایا۔

۸۷ وَالَّذِي أُخْرِجَ الرُّمَحِيُّ ۖ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ
 اکاٹھ اور جو چارہ نکاتا ہے پھر اسے کوڑا کرکٹ سیاہ کر دیتا ہے

۳۳-۳۴ رَفَعُ سَمَكُهَا فُسُوهَا ۖ وَأَعْطَشَ لَيْلَهَا
 ان لذتات اس کی بلندی کو اونچا کیا پھر اسے ٹھیک بنا دیا اور اس کی رات کو بھریا

۱۰ وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۖ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا
 بنایا اور اسکی روشنی نکالی اور زمین کو اس کے بعد بھینکا

۱۱ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۖ وَالْجِبَالَ
 اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو مٹھیا

۱۲ أَرْسَلْنَا مِنْهَا مَنَازِلًا وَمَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ
 بنایا تمہارے لئے اور تمہارے چار پالیوں کیلئے سامان

۱۳ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ
 اور زمین کو ہمیں نے پھیلا دیا اور اس میں پہاڑ ڈالے

۱۴ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۖ وَنَزَّلْنَا
 اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں آگائیں اور ہم نے

۱۵ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مَبْرُكًا فَانْتَبَاهُ جَنَّةٍ حَبِّ الْحَصِيدِ
 بادل سے برکت والی پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ساتھ باغ آگئے اور وہ پھل جگال جگال

۱۶ قُلْ أَرَأَيْتُمْ كَلِمَاتٍ يُلْقُونَ بِهَا لَيَالِي يَأْتِي خُلُقُ الْأَرْضِ فِي
 اللہ کے کلموں کو تم اس کا ٹکڑے کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا

۱۷ يَوْمَئِذٍ... وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فِجَاجٍ وَأَبْرَكَ
 اور اس کے اندر اس کی سطح کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں کئی

فِيهَا وَقَدْ رَفَعْنَا آتَوَاتِهَآ فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ط

اور اسکی خوردگوگی اس میں اندازہ کیا رہے، چاروں میں رکھا،

والذی اخرج المرعی فجعله غطاء احوی اس

نے زمین کو جب انسان کی رہائش کے لئے

بنایا تو سب سے پہلے سبزی اگائی۔ اس کی غایت کیا ہے کہ وہ جانداروں کا چارہ ہے

اور کچھ تو جاندار کھا لیتے ہیں وہ ان کی حیات میں معاون ہوتا ہے اس کے بغیر کوئی

جاندار زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ مگر وہ سب کا سب کھایا تو نہیں جاتا اسکی غایت یہ ہے

کہ آخر خشک ہو کر سیاہ کوڑا کرکٹ بن جاتا ہے مگر یہ بھی ضائع نہیں جاتا کیونکہ ہی زمین

میں پھر کھاؤ کا کام دیتا ہے اور پھر دوسری مخلوق کے لئے معاون حیات ہوتا ہے۔ پھر

تصریح فرمائی یعنی ۹۹ میں یہ بتایا کہ مرعی یا چارہ کہاں سے آتا ہے۔ اسی زمین سے ہی

پہلے اس کا پانی نکالا اس پانی سے زندگی نکلن ہوئی تو اس سے چارہ پیدا کیا۔ پانی سے

زندگی کا ہونا دوسری جگہ بھی بیان کیا ہے وجعلنا من الماء کل شیء حی ۱۰۶ ہر ایک قسم کی

زندگی پانی سے ہوئی زمین سے اس کا پانی نکالنا اور پانی سے زندگی کا ہونا یہ دونوں

عظیم الشان علمی انکشاف ہیں جن کا تعلق اسی زمانہ سے ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی پہلا

کا ذکر کیا کیونکہ پانی جو زمین سے نکلتا ہے جب تک پہاڑ اس کے معاون نہ ہوں وہ زمین

کو سیراب نہیں رکھ سکتا۔ پھر بتایا کہ یہ چارہ جو پانی سے پیدا ہوا اور وہ بارشوں کا سلسلہ

جسے پہاڑ قائم رکھتے ہیں یہ تمہاری اور تمہارے چار پائیوں کی زندگی کا مدار ہے۔

ایسا ہی ۱۰۶ میں زمین کے پھیلانے کا پھر اس میں پہاڑ بنانے کا پھر اس میں وسیدیگی

پیدا کرنے کا جو بالکل علمی ترتیب ہے ذکر کیا ہے اور ایک طرف اگر علمی ترتیب ہے

تو دوسری طرف یہ بھی بتایا ہے کہ کس طرح زمین کی خلق اور اس خلق کی تکمیل بھی ہوتی ہے

یعنی کس طرح زمین کے اندر بھی کچھ استعدادیں رکھی ہیں اور پھر اس کے لئے ایک اندازہ

مقرر کر دیا ہے۔ پھر ان استعدادوں کی تکمیل کے لئے اور سامان رکھے ہیں۔ اور ۱۰۷

میں اور بھی وضاحت سے زمین کی خلق کا ذکر کیا۔ دو زمانوں میں زمین بنی (قرآن کا یوم

ایک زمانہ ہے، پھر اس کے بعد ہاڑ بنے پھر اس میں برکتیں دیں یعنی چیزوں کو بڑھانے کی قوت رکھی پھر اس میں اس کی خوراکیں بنائیں۔ اس میں بھی زمین کے خلق اس کے تسویہ۔ اس کی تقدیر اس کی ہدایت کا ذکر ہے۔ یعنی زمین نے بھی وہ سب مراتب طے کئے ہیں جو دیگر پیرا کردہ اشیاء طے کرتی ہیں۔

یہ بھی توجہ دلائی ہے کہ کس طرح تمام

مخلوق میں یہ نظارہ نظر آتا ہے کہ ایک

چیز اثر ڈالنے والی ہے تو دوسری

اس اثر کو قبول کر نیوالی ہے۔ اس تعلق

کو زوجیت کے لفظ سے ظاہر کیا ہے

اگر یہ تمام چیزیں خود سجدو اور اتفاقیہ

طور پر ظہور میں آتیں تو ان کے اندر یہ

رابطہ کس طرح ہوتا کہ ہر جگہ ایک موثر

اور دوسرا اثر قبول کر نیوالا ہے۔

پہلے تو اس کو ان الفاظ سے بیان

فرمایا کہ آسمان لوٹانے والا اور زمین

بھٹنے والی جو ﴿۸۶﴾ یہاں بارش کا ذکر

ذات الرجوع میں کیا ہے۔ اس لئے

کہ بارش درحقیقت ایک ایسی چیز ہے

جو زمین کی چیز زمین کی طرف لوٹائی جاتی

ہے یعنی ایک آسمانی کشش یا سولج

کی دھوپ سے پانی گرم ہو کر اسکے

﴿۸۶﴾ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْأَرْضِ ابْتِغَاءَ

الطَّارِقِ ﴿۸۷﴾ وَالسَّمَاءِ أَنْشَقَّتْ وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ

﴿۸۸﴾ وَالْأَرْضُ مَلَّتْ ۖ وَالْقَتْلُ فِيهَا وَمَخَلَّتْ

﴿۸۹﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۹۰﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۹۱﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۹۲﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۹۳﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۹۴﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۹۵﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۹۶﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۹۷﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۹۸﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۹۹﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۱۰۰﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۱۰۱﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

﴿۱۰۲﴾ وَالسَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَبْتَغِي الْغَايِبَ وَيُنزِّلُ السَّمْنَ الدَّالِقَ فِيهَا

اشیاء میں اثر ڈالنے اور اثر قبول کر سکی خاصیت

﴿۸۶﴾

﴿۸۷﴾

﴿۸۸﴾

﴿۸۹﴾

﴿۹۰﴾

﴿۹۱﴾

﴿۹۲﴾

﴿۹۳﴾

﴿۹۴﴾

﴿۹۵﴾

﴿۹۶﴾

﴿۹۷﴾

﴿۹۸﴾

﴿۹۹﴾

﴿۱۰۰﴾

بخارات ادا پر کواٹھتے ہیں۔ مگر وہ کہیں
 اوپر ہی نہیں چڑھ جاتے ہیں بلکہ بلندی
 پر جا کر پھر ٹھنڈے ہو جاتے اور پانی
 کی صورت میں تبدیل ہو کر نیچے گرنا
 شروع ہوتے ہیں اور آسمان اور زمین
 کے اس تعلق کو ۱۵/۱۵ میں زوجیت کے
 نام سے پکارا ہے اور ۲۱/۲۱ میں اس
 مضمون کو خوب وضاحت سے کھولا
 ہے کہ انسان کی غذا کہاں سے آتی ہے
 پہلے پانی برسا ہے اس سے زمین بھٹی
 ہے اس میں دانہ پھل ترکاری چارہ وغیرہ
 پیدا ہوتا ہے وہ انسان اور حیوان کی
 غذا بنتا ہے۔ اسی کو ۲۱/۲۱ میں ان الفاظ
 میں بیان کیا ہے کہ زمین مردہ پڑی ہوتی
 ہے جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں
 تو وہ اس سے لہلہانے لگتی ہے اور
 ۲۱/۲۱ اور ۲۲/۲۲ میں بتایا ہے کہ ہوائیں
 کس طرح پانی کے بھرے ہوئے
 بادلوں کو اٹھائے پھرتی ہیں۔ اور
 جگہ جگہ ان کو پہنچاتی ہیں اور کس طرح
 بادلوں سے پانی نکلتا ہے۔ یہی ذکر

صَبَابًا ۱۰ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۱۰ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا

برساتے ہیں پھر ہم زمین کو شق کرتے ہوئے پھاٹتے ہیں پھر ہم اس میں دانہ

حَبَابًا ۱۰ وَعَنْبًا وَقَضْبًا ۱۰ وَزَيْتُونًا وَغُلًّا ۱۰

اگاتے ہیں اور انگوڑا اور ترکاری اور زیتون اور کھجور

وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۱۰ وَفَالِكِهَةَ ۱۰ وَأَبَابًا ۱۰ مَتَاعًا لَّكُمْ ۱۰

اور گھنے باغ اور پھل اور چارہ تمہارے لئے اور

وَلِأَنْفَاعِكُمْ ۱۰

تمہارے چارباہوں کیلئے سامان

۱۱ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً ۱۱

۱۱ ہم سبحان اور اس کی نشانیوں میں ہے کہ تو زمین کو مردہ دیکھتا ہے

فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۱۱

پھر جب ہم اس پر پانی آجاتے ہیں تو وہ ہٹی ہے اور بھرتی ہے۔

۱۲ نَبَاتٍ ۱۲ اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتَنفِثُ مِنْهَا بَقِيَّةً ۱۲

۱۲ اللہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے سو وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں سو وہ لے

فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُ لَكُم مَسَافًا ۱۲

۱۲ جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلاتا ہے اور اسے تیرا کر دیتا ہے

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۱۲

۱۲ پھر تو سب کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے

۱۳ وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ ۱۳

۱۳ اللہ اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو بادلوں کو پانی سے بار دلا کرتی ہیں

مَاءً فَأَسْقِينَاكُمْ مِمَّا وَأَنْتُمْ لَا تَذَكَّرُونَ ۱۳

۱۳ تب ہم بادلوں سے پانی آجاتے ہیں پھر ہم تمہیں پلاتے ہیں اور تم اسے

۱۴ وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ وَالسَّيْرِ الْمَشْجُورِ وَالسَّيْرِ الْمَشْجُورِ وَالسَّيْرِ الْمَشْجُورِ ۱۴

۱۴ اللہ اور ہواؤں کے پھیرنے اور بادلوں جو آسمان اور زمین کے درمیان

۱۷ میں ہے کہ کس طرح ہر چیز اپنی اپنی جگہ کام میں لگی ہوئی سب ایکٹ سرری کی معاون ہیں
غرض تمام وہ مراتب بیان کئے ہیں جو ایک ایک شے کی خلق میں نظر آتے ہیں کہ کس طرح ہر چیز کیلئے کچھ
خارجی سامان ہیں جن سے اثر قبول کر کے اس کی استعدادیں باہر نکلتی ہیں اور اس سے وہ
غرض پوری ہوتی ہے جس کے لئے اسکی خلق ہوئی ہے۔

اب ان تمام چیزوں کے باہمی تعلقات کو اور ان کے باہم اثر ڈالنے اور اثر قبول
کرنیکو دیکھو نیچے زمین پر سمندر ہے اور پر آفتاب ہے وہ اپنی حرارت کا اثر اس پانی پر ڈالتا
ہو پانی اس اثر کو قبول کرتا ہے اور وہ بخارات کی صورت میں اوپر کو اٹھتا ہے اور پر ایک ایسا
کرہ ہوا نمید موجود ہے جو ان بخارات کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ اور ہواؤں میں یہ طاقت موجود
ہے کہ اس کو رڈوں میں پانی کو جگہ جگہ لے جاتی ہیں۔ بخار ٹھنڈک کا اثر قبول کر کے جنگلوں
بیاباؤں اور کھیتوں میں پانی کی شکل میں اترتے ہیں۔ اور مردہ زمین میں پانی کے اثر کو قبول
کرنے کی طاقت موجود ہے۔ اور اس کے خشک ذرات فوراً لہماتے کھیت اور بیود سے
بھرے ہوئے درخت بن جاتے ہیں۔

اسی طرح انسان کی پیدائش میں بھی
خالق کا وجود نظر آتا ہے۔ پہلے فرمایا
کہ ہم نے اسے خلق سے پیدا کیا کیونکہ
انسان کی زندگی کی ابتدا اسی سے
ہوتی ہے ورنہ نطفہ میں ہزاروں سپرم
ہوتے ہیں مگر وہ انسان نہیں کسلا
سکتے۔ پہلی حالت جو انسان پر انسان
ہونے کی آتی ہے وہ حالت علقہ ہے
اسی لئے سب سے پہلی وحی میں صرف

۱۷ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ	العلق
انسان کو ایک قطرے سے پیدا کیا	
۱۷ أَلَمْ يَكُنْ نَاطِقًا مِّنْ قَبْلِهِ ۚ	الطعمۃ
کیا وہ بولنے والا تھا جو بولنا شروع کرتا ہے	
۱۷ عَلَقَةً مِّنْ نَّفْسٍ نَّوَسْوٰی فَجَعَلَ مِنْهُ الذَّوْجِیْنَ	
اور تھا اس لئے پیدا کیا ہر شے کی بنیاد اس سے وضع نہانے	
الذَّكَرُ وَالْأُنثٰی ۚ	زوج اور عورت
۱۷ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَنُطْفَةٍ	الروحانی
ہی جس نے تمہیں نسی سے پیدا کیا	

انسان کی خلق
میں اس کا نشان

انسان کے علق سے پیدا ہونے کا

ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرَجُ كَذَلِكُمْ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ

ذکر ہے۔ پھر اس پر ترقی کر کے

پھر تو تھڑے سے پہلے وہ تمہیں بچہ بنا کر نکالتا ہے پھر تم اپنی جوانی

میں فرمایا اَلَمْ يَكُنْ نَظْفَةً مِنْ مَنِيٍّ

أَسْفَدًا كَذَلِكُمْ لَتَكُونُوا شَبَابًا

نہ کان، علقہ یعنی یہ علقہ کی حالت نظفہ

کو کہتے ہو پھر تم بڑھے ہو جاتے ہو

ہونے کے بعد آتی ہے۔ پھر اس سے

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقًا وَبَدَعَ خَلْقًا

الْحَسْبُ لِلَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

ایک مرتبہ اور ترقی کر کے

الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلًا مِنْ

كُوْمَةٍ مِنْ نَسْلِهَا ثُمَّ تَجْعَلُ لِكُلِّ نَسْلٍ مِمَّا

اس سے بھی سمجھے انسان کی ایک اور

سَلَّةٍ مِنْ نَسْلٍ مَهْيَبِينَ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَجَّاهُ

فِي الْوَجْهِ لِيُبَيِّنَ لَهُ سَمَاءَ رَبِّهِ وَأَرْضًا

حالت ہے اور وہ تراب یا طین ہے

یعنی مٹی۔ اور سچے میں صفائی سے فرمایا

بَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ

مِنْ رُوحٍ مِنْ أَمْرٍ أَنْ نَبِّئَهُمْ نِعْمَ مَا كُنَّا

فَعَلْنَا لِيُعْبَدُوا وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ

کی پیدائش مٹی سے شروع ہوتی ہے

أَنْفٍ مِنْ عِظٍ مِنْ مَسْحُوقٍ ثُمَّ نَحْنُ رَاجِعُونَ

الْإِنْسَانَ مِنْ نُورٍ ثُمَّ نَحْنُ رَاجِعُونَ

اور یہی مٹی میں بھی ارشاد فرمایا کہ ہر

انسان مٹی سے ہی بنتا ہے۔ مگر کیونکر؟

نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاهُ رَجُلًا

نطفہ سے پھر سچے پورا انسان بنایا

کیا مٹی کا جسم تیار کر کے اس میں روح

وَقَدْ خَلَقْنَا أَطْوَارًا

فَمَا نَرَى لِمَنْ أُعْزِبَ مِنْهُمْ نَسْلًا وَمَنْ يَكْفُرْ

پھونکی جاتی ہے نہیں۔ فرمایا خَلَقْنَاكُمْ

اطواراً تمہیں مختلف حالات سے

وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا

اور اشرے تمہیں زمین سے نبات کے طور پر اگایا

گزار کر بنایا ہے پھر اور تصریح کی اور

فرمایا وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلَّةٍ مِنْ طِينٍ

الْحَسْبُ لِلَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

تمہیں زمین سے نبات کے طور پر اگایا

گویا پہلے انسان نباتات کی صورت میں

ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَظْفَةً فِي تَرَائِمِكُمْ

پھر ہم اسے ایک مضبوط ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ بنا دیتے ہیں

تھا اور نباتات کی صورت سے جاندار

کی صورت میں آتا ہے پھر اس کی او
تفصیل کی نقد خلقنا الانسان من
سللۃ من طین ۳۳ راغب کہتے ہیں
سللۃ وہ صاف جوہر ہے جو زمین سے
کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔ وہ جوہر کس
طرح تیار ہوتا ہے اس کی تفصیل ۳۴
وغیرہ میں گذر چکی۔ آسمان سے پانی
برتا ہے اس سے زمین پھٹ کر

ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ

پھر ہم نطفہ کو لوتھرا بناتے ہیں اور لوتھرے کو گوشت کا ٹکڑا بناتے

مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظًا مَا نَكُونَا

ہیں اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بناتے ہیں اور ہڈیوں

الْعِظَةَ لِحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ

پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر ہم سے ایک اور پیدا کرنا کیا تھا کھڑا

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ○

کرتے ہیں پس اللہ بابرکت ہے جو اسے بنانے والوں سے بہتر ہے

سبزیاں وغیرہ نکلتی ہیں وہ چارباہیوں اور انسانوں کی غذا بنتی ہیں۔ اس غذا کا جوہر
نطفہ کے رنگ میں آتا ہے۔ پھر اس کے اوپر جو مختلف حالات آتے ہیں وہ بیان کئے
گئے کس طرح حلقہ سے مضغہ بنتا پھر اس میں ہڈیاں پیدا ہوتی ہیں اور ان پر گوشت چڑھتا ہے۔ پھر
فرمایا اسے ہم نے ایک اور زندگی دی یعنی انسانی عقل یا نفس ناطقہ دیا اور کہیں فرمایا
اسے سمع و بصر دیا جن سے علم پیدا ہوتا ہے۔ غرض ان تمام تصرفات کے اندر اور انسان
کی ساخت کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک نشان ہے +

انسان نے اس زمین پر کارگیری کے
بڑے بڑے کام بنائے۔ آگ ہوا
پانی کھلی کھلے اپنے تصرف میں لایا حیرت
میں ڈال دینے والی ایجادات کیں۔
مگر اگلے سے اگلے چیز کے پیدا
کرنے پر وہ قادر نہیں ہوا۔ ایسا خاک
کو وہ لوگ جنہیں دنیا میں معبود اور

بَارَكَ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ

اللَّهُمَّ اشروہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں مارا

ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شَرِكٍ كَمَا تَكُونُ مِنْ شَيْءٍ

پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو اس میں

مِنْ ذِكْرٍ مِّنْ شَيْءٍ ط

سے کچھ بھی کرتا ہے۔

إِنَّ هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَارُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ

للقان یہ اللہ کی پیداوار ہے تو مجھ کو دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے

دوسرا کوئی
خالق نہیں۔

خدا مانا گیا ہے وہ بھی کسی چیز کو پیدا نہیں

کر سکے۔ اس دلیل کو بکرات دوہرا ہے

کسی چیز میں خلق کا وہ رنگ دکھاؤ جو خدا

کی مخلوق میں نظر آتا ہے۔ اور آخر پر پڑا

عام اور موٹا سوال کیا ہے یعنی دریافت

کیا ہے کہ تم جن کو اپنے خدا سمجھتے ہو کیا

انہوں نے خدا کی مخلوق جیسی کوئی مخلوق

بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا کیا

نشان ہے کہ ہر چیز کے اندر ہی اس کی

ترقی اس کی نشوونما کا سامان ہے۔

اور وہ ایک ہی رنگ میں ایک مقررہ

تک خود بخود ترقی کرتی جاتی ہے انسان

کتنا بھی استیاء کو اپنے تصرف میں

لے آئے مگر وہ ایک گھاس کا تنکا بھی

نہیں بنا سکتا جس میں اس کی مخلوق کی صفت یعنی

خود بخود نشوونما کی طاقت موجود ہو

خود بخود نشوونما کی طاقت موجود ہو

کی ہر مخلوق اپنی ترقی اور تکمیل کے سامان اپنے اندر رکھتی ہے مگر انسان کی بڑی سے بڑی

کارگیری کا کام بھی یہ خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا +

مخلوق کے اندر خالق کی ہستی کا نشان تو

انسان کو کھلی آنکھ سے بھی نظر آ جاتا ہے

مگر جوں جوں انسان کا علم ترقی کرتا ہے

مَنْ دُونَهُ

جو اس کے سوائے ہیں

لَيْسَ قُلُوبٌ هَلْ مِنْ شَرِكٍ كَمَا يَكْفُرُ مَنْ يُبَدِّلُ الْخَلْقَ

یعنی گویا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو یہی بار مخلوق کو بدلتا ہے

تَمَّ يَعْبُدُكَ

کرتا ہے پھر سے وہاں ہے

لَيْسَ قُلُوبٌ أَرَادَ يَتِيمًا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

الفاظ گویا تم نے دیکھا وہ جنہیں تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو

أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ

بجھتا ہوں کسی چیز انہوں نے زمین سے پیدا کی ہے یا ان کے لئے

شِرْكَ فِي السَّمَوَاتِ أَيْتُونِي بِكِتَابٍ مِّنْ

آسمانوں میں شریک ہے میرے پاس اس سے پہلے کوئی

قَبْلِ هَذَا أَوْ آيَاتٍ مِّنْ عِلْمِ

کتاب لے آؤ یا علم کا کوئی نشان (نہاؤ)

۱۳۶ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا خَلْقَهُ

اللہ کی انہوں نے اللہ کے کوئی ایسے شریک بنائے جنہوں نے اس کی مخلوق

فَتَشَابَهَ الْخَلْقَ عَلَيْهِمْ

پیدا کی ہو یہ وہ ساری مخلوقات ان کو یکساں نظر آتی ہو

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا مَا تَرَى

الملك جس نے سات آسمانوں کو یکساں پیدا کیا تو زمین کی

فِي خَلْقِ الرَّجُلِ مِنْ تَفْوِيفِ طَيِّرٍ رَّجَعِ الْبَصَرَ

پیدا کرنے میں کوئی اختلاف نہ دیکھے گا۔ پھر نظر لوٹا

پیدا کرنے میں کوئی اختلاف نہ دیکھے گا۔ پھر نظر لوٹا

جس کی طرت الذی علم بالقلم میں اشارہ کیا تھا۔ توں توں انسان پر اللہ تعالیٰ کی ہستی کانے رنگ میں بھشتاف ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک علی ویل جو قرآن شریف نے اللہ تعالیٰ کی ہستی پردی ہے جو مخلوق کے علم سے ہی پیدا ہوتی ہے یہ ہے کہ ایک بے حد اور بے پایاں مخلوق کے اندر ایک ہی قانون کام کر رہا ہے۔

طباقا کے معنی ہیں مطابقت۔ اور اسکی استعمال کبھی اس چیز میں ہوتا ہے جو دوسری کے اوپر ہو اور کبھی اس میں جو دوسری کے مطابق ہو۔ ^{۶۶} الذی خلق سبعہ سموات طباقا من اشدہ سب سے کے اوپر اور انہیں بلکہ مطابق مراد ہے یعنی سب کو یکساں بنایا کیونکہ اسکی تشریح خود ہی ان الفاظ سے کر دی مانتی فی خلق الرحمن من تفاوت اور پھر فرمایا هل تری من فطور۔ تفاوت اوصاف

میں اختلاف ہے اور فطور کے معنی اختلاف ہیں اور یہ میں فوج۔ فوج کی جمع ہے جس کے معنی شگاف ہیں اور اس سے مراد بھی عیب اور نخل سے محفوظ ہونا ہے۔ تو فرماتا

هل تری من فطور ثم ارجع البصر

تو کوئی نخل نہ دیکھے گا پھر نہ کر بار بار لوٹا

کرتین یتقلب لیک البصر خاصا و هو حیث

نظر تری طرت حیرت سے واپس آئے گی اور وہ ٹھکی ہوئی ہوگی

الہ تر و اکیف خلق اللہ سبعہ سموات طباقا

فہم کیا تم نہیں دیکھتے کس طرح اللہ نے سات آسمانوں کو کیسا پیدا کیا

۵۰ أفلا ینظر والی السماء فوہم کیف ینبئہا

تو کیا وہ اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے ہم نے اسے کس طرح بنایا

و ذیئہا وما لہا من فردج

اور اسے زینت دی اور اس میں کوئی نخل نہیں

۳۳ کل فی فلک یتبحون

میں سب اپنے اپنے دائرے میں چل رہے ہیں۔

۳۵ الودتر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا

فاطما کیا تو نے غور نہیں کیا کہ اللہ بادل سے پانی اتارتا ہے پھر ہم اس

یہ شربت مختلفا الوانہا ومن الجبال جدۃ

کے ساتھ پھل نکالتے ہیں جو مختلف قسم کے ہیں اور یہاں اور یہاں

۳۶ بیض و حمراء مختلف الوانہا و غرابیب سود

سفید اور سرخ خط ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں اور جو عنایت سیاہ

۳۷ و من الناس والذ و ابوالانعام مختلف

اور لوگوں میں سے اور جانوروں اور چارپایوں میں سے اسی طرح ان

الوانہ کذالک

کے رنگ مختلف ہیں

ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تفادوت کوئی نہیں یعنی ان کے اوصاف میں کوئی اختلاف نہیں جو کچھ اوپر آسمانوں میں ہے یعنی جتنے اجرام سماوی ہیں بڑے ہوں یا چھوٹے بلکہ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ بھی ان سب کے اوصاف یکساں ہیں۔ یعنی ایک ہی قانون کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک جگہ ایک قانون کام کر رہا ہو تو دوسری جگہ اس کے خلاف کوئی دوسرا قانون کام کر رہا ہو۔ مثلاً سورج کے گرد جو آٹھ بڑے سیارے اور کوئی پانچ سو چھوٹے سیارے گردش کر رہے ہیں وہ تمام کے تمام ایک ہی سمت میں گردش کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو مخالف سمت میں چل رہا ہو۔ اور ان سب کے محور بھی ایک ہی طرح کے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس قانون میں فطرت بھی کوئی نہیں یعنی اختلاف نہیں۔ یہ نہیں کہ کسی وقت وہ قانون کام کرنے لگے اور کسی وقت چھوڑ دے۔ مثلاً ایک سیارہ چلتا چلتا ٹھہر جائے یا کسی وقت اس کی رفتار تیزی ہو جائے اور کسی وقت تیز ہو جائے۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم نظر کو بار بار مخلوق میں دوڑاؤ تو اس کی کوئی انتہا تمہیں نظر نہ آئے گی۔ بلکہ تمہاری نظر ظاہری نظر ہی نہیں بلکہ فکر کی نظر بھی دیکھو تو بصر نظر کو بھی کہتے ہیں اور بصیرت کو بھی، تھک کر رہ جائے گی تمہیرہ جائے گی اس قدر وسیع مخلوق میں جہاں انسان کا فکر بھی تھک کر تمہیرہ جاتا ہے۔ سب ایک ہی قانون کام کرتا نظر آتا ہے۔ ایسا ہی نا لھا من فردجہ میں بھی اس نظام کا عیب اور ٹھٹھل سے سلامت ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور پھر آیت میں فرمایا کہ یہ تمام اجرام سماوی اپنے اپنے ذلک میں چکر لگا رہے ہیں۔ کیا مجال ہے کہ کوئی اپنے راہ سے بال بھر بھی ادھر ادھر ہو۔ کیا اتنی بڑی مخلوق جس میں نظام شمسی یعنی ہمارا آسمان اور ہماری زمین سمندر میں ایک قطرہ بھی نہیں جس کے قریب ترین ستارے تک پہنچنے کے لئے بھی نظام شمسی کو کروڑوں سال بکا رہیں اور پھر اس کے ستاروں کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ اس کا اس طرح ایک قانون کے ماتحت چلنا پھر اس قانون کا ایک لمحہ کے لئے بھی معطل نہ ہونا اس اعلیٰ ہستی کے وجود پر صریح شہادت

نہیں جس کے ارادہ کے ماتحت یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ معمولی سی گھڑی تو بغیر ایک موجد کے اور ایک تجویز کرنے والے دماغ کے نہیں بن سکتی اور ایک اتنا بڑا نظام جس کی وسعت کے سامنے عقل انسانی مستحیر ہو کر رہ جاتی ہے وہ کسی موجد کے بغیر ہی اس اعلیٰ نظام اور ترتیب سے چل رہا ہو!

ساری مخلوق ایک حکم کے ماتحت ہے

اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دوسری علمی دلیل جو مخلوق پر غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہمیں آسمان یا زمین میں نظر آتا ہے وہ سب کچھ ایک حکم کے ماتحت ہے اور خود اپنا کوئی اختیار اسے نہیں دیا گیا بلکہ بڑے سے بڑے سیالے سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے ذرہ تک سب ایک حکم کے ماتحت چلنے والے اور بالکل بے اختیار ہیں ۵۵ میں سورج اور چاند دونوں کو ایک حساب کے نیچے بتایا اور خیم اور درخت کی فرما سبرواری کا ذکر کیا۔ نجم چھوٹی چھوٹی بوٹیوں کو بھی کہا جاتا ہے اور اس کے اصل معنی ستارہ ہیں گویا ایک طرف بڑے سے بڑا ستارہ لے لیا کہ وہ بھی ایک حکم کی قید میں ہے اور

۵۵ الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر يسجدان
 الزمخشری اور چاند حساب کے نیچے ہیں اور ستارہ (یا بوٹیاں) اور درخت
 ۳۶ والشمس تجري مستقر لها ذلك تقديرا
 اور سورج اپنے مقدرہ سے چلتا رہتا ہے اور اپنے مقدرہ کی طرف جاتا ہے
 العزيز العليم والقمر قدرته منازل
 بڑا ہی غالب ہے وہ اپنے مقدرہ سے اور چاند کی ہم نے کسی منزل میں مقدرہ کر دیں
 عادكا العرجون القديم لا الشمس ينبغي
 یہاں تک کہ کھجور کی پانی کو بھی شام کی طرح ہو گیا سورج کو حاصل ہو کہ چاند کی
 لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق
 غایت کو پہنچے اور رات دن سے آگے نکلنے والی
 النهار وكل في فلك يسبحون
 ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں چل رہے ہیں
 ثم استوى الى السماء وهي دخان فقال لها
 البصير پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں ہے سو اسے
 وللارض انبتا طوعا وكرها قالناتينا
 اور زمین کو کہا اجا خوشی سے یا ناخوشی سے انہوں نے کہا ہم دونوں
 طاعتين
 خوشی سے حاضر ہوتے ہیں
 ۶ و كذلك نرمي ابراهيم ملكوت السموات
 الانعام اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت دکھاتے

اور دوسری طرف زمین کی روئیدگی کو لے لیا اور ۳۶ برسوں میں بتایا کہ کس طرح سورج بھی ایک حکم کا پابند ہے اور اپنے ایک مستقر کی طرف جارہا ہے۔ اس زمانہ میں یہ علم انسان کو نہ ہوا تھا کہ سورج بھی اپنے سائے سیاروں سمیت کسی طرف جارہا ہے۔ اسے غالب علم دے خدا کا اندازہ بتایا اور چاند کی منزلوں سے اس کا ظاہری گھٹنا بڑھنا مراد ہو سکتا ہے کہ کس طرح ایک قانون کے ماتحت پہلے بڑھتا چلا جاتا اور پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے۔ اور یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ کن حالتوں میں سے گذر کر خشک مٹی کی طرح ہو گیا ہے یعنی اس کے اندراب زندگی نہیں رہی۔ اور یہی آج کا علمی انکشاف ہے اور دوسری جگہ فقہونا آیت المیل (۱۱۶) میں بتایا ہے کہ چاند کا اصل نور باقی نہیں رہا۔ اس کو ہم نے محو کر دیا ہے۔ بہر حال وہ بھی ایک حکم ماتحت اور خوب اختیار ہے۔ پھر فرمایا کہ سورج باد جو اپنی عظمت

وَالْأَرْضُ يَلْبُغُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَلَمَّا

رہا اور تاکہ وہ یقین کر لیں کہ میں سے ہو۔ سو جب

جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى الْكُكُبَ قَالَ هَذَا رَبِّي ۝

اس پر رات چھا گئی اس نے ستارہ دیکھا کہا کیا یہ میرا رب ہے؟

فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ۝ فَلَمَّا

سو جب وہ ڈوب گیا کہا میں ڈوب جائیوں سے محبت نہیں کرتا پھر جب

رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي ۝ فَلَمَّا أَفَلَ

چاند کو چمکتا ہوا دیکھا کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ سو جب وہ ڈوب گیا

..... فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِعَةً قَالَ هَذَا

..... پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا کہا کیا

رَبِّي هَذَا الْكَبِيرُ ۝ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يُقَوْمُ

میرا رب ہے ایسے بڑا ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا کہا لے میری قوم

إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَشْرِكُونَ ۝

میں اس سے بری ہوں جو تم شریک کرتے ہو

۳۳ وَ لَهُ أَسْمَاءٌ مِّنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طُوعًا

الاعتراف اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں خوش

وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝

و ناخوش اسی کے فرما ہوا ہیں اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے

۳۳ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمُ

الزوجات اور وہ جس نے سب کو جوڑے پیدا کئے اور تمہارے لئے

مِنَ الْهَلِكِ وَالْأَنفَامِ مَا تَرَكُونَ ۝ ...

کشتیوں اور چار پائیوں سے وہ بنایا جس پر تم سوار ہوتے ہو۔ ...

سُبْحَانَ الَّذِي مَخْرَجَنَا هَذَا وَمَا لَنَا لَهُ مَقْرِنِينَ

وہ پاک ذات ہے جس نے ہمارے لئے اس کام میں رکھا یا اور ہم اُسے

چاند کو نہیں پاسکتا اور ایک سوچ اور چاند پر کیا انحصار ہے تمام سیارے اپنے اپنے مرکزوں میں چل رہے ہیں۔ یعنی سب اجرام خود بے اختیار دوسرے کے حکم کے ماتحت چل رہے ہیں۔ پھر ۱۲ میں بتایا کہ کیا زمین اور کیا آسمانی اجرام فرمانبرداری کی حالت میں ہیں اور حکم سے انحراف نہیں کرتے اور ۱۳-۱۴ میں ایک لمبی بحث میں جو حضرت ابراہیم کو اپنی قوم سے پیش آتی ہے بتایا ہے کہ کس طرح حضرت ابراہیم نے اس تمام مخلوقات کے خود ایک قید میں بونگی دیل سے اپنی قوم پرستی باری تعالیٰ کے متعلق اتمام حجت کیا۔ ستارہ کو دیکھا تو قوم کو کہا کہ کیا یہ رب ہے؟ مگر وہ تو جلدی ڈوب گیا تو کہا کہ جو خود دوسرے کے حکم کے ماتحت ہے وہ میرا مجرب مقصود نہیں ہو سکتا پھر چاند کو دیکھ کر اس کے ڈوب جانے سے بھی یہی استدلال کیا پھر سورج کے نکلنے اور ڈوبنے سے۔ اور ۱۳ میں بھی بتایا کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی

۲۵
اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ الْبَحْرَ لَتَجْرَىٰ لِفَلَكَ الْجَنَانِۖۚ ۚ
اللہ جس نے سمندر کو تمہارے کام میں لگایا تاکہ اس کے

۲۶
فِيهِ يَأْمُرُهُ وَيَتَّبِعُهُ مِنَ الْغَيْبِ مَا تَسْمَعُونَ
وہی ہے جس نے اس سے اس کی نشان دہی اور اس کے حکم سے اس کی

۱۲
لَا تَدْرِي مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا تَدْرِي
تو نہیں جانتا کہ زمین میں جو کچھ ہے تو نہیں جانتا کہ

۱۳
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

۱۴
وَسَخَّرَ لَكُمْ الْفَلَكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ
اور کشتیوں کو تمہاری خدمت میں لگایا تاکہ وہ سمندر میں اس

۱۵
يَأْمُرُهُ وَيَتَّبِعُهُ مِنَ الْغَيْبِ مَا تَسْمَعُونَ
وہی ہے جس نے اس سے اس کی نشان دہی اور اس کے حکم سے اس کی

۱۶
لَا تَدْرِي مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا تَدْرِي
تو نہیں جانتا کہ زمین میں جو کچھ ہے تو نہیں جانتا کہ

۱۷
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

۱۸
وَسَخَّرَ لَكُمْ الْفَلَكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ
اور کشتیوں کو تمہاری خدمت میں لگایا تاکہ وہ سمندر میں اس

۱۹
يَأْمُرُهُ وَيَتَّبِعُهُ مِنَ الْغَيْبِ مَا تَسْمَعُونَ
وہی ہے جس نے اس سے اس کی نشان دہی اور اس کے حکم سے اس کی

۲۰
لَا تَدْرِي مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا تَدْرِي
تو نہیں جانتا کہ زمین میں جو کچھ ہے تو نہیں جانتا کہ

۲۱
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

۲۲
وَسَخَّرَ لَكُمْ الْفَلَكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ
اور کشتیوں کو تمہاری خدمت میں لگایا تاکہ وہ سمندر میں اس

فرمانبرداری میں چل رہا ہے۔

ایک تو یہ سب چیزیں ظاہر طور پر
فرمانبرداری کی حالت میں نظر آتی ہی ہیں

کہ ہر ایک ایک قاعدہ کے ماتحت چلنے
والی ہے اور اسے کچھ اختیار حاصل نہیں لیکن
ایک اور امر کی طرف بھی توجہ دلائی جو اس
سے بہت زیادہ باریک تھا۔ اور وہ ان

تمام چیزوں کا اور تمام طاقتوں کا مسخر
کرنا ہے۔ تسخیر کے معنی ہیں کسی چیز کو

ماتحت کر لینا یا کام میں لگانا اور غلبہ
کہتے ہیں کہ تسخیر یہ ہے کہ بوجہ غلبہ کے

کسی غرض کی طرف چلائے یعنی اس سے
کوئی اپنا کام لے۔ چنانچہ متعدد آیات

میں تمام چیزوں کی تسخیر کا ذکر کیا ہے۔ ۲۳
۱۳۱۲

میں چار پائیوں اور کشتیوں کی تسخیر کا ذکر ہے۔ اور ۲۵
۱۳۱۲ میں سمندر کی تسخیر کا ذکر کے بتایا کہ جو کچھ

بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اس سب کو انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے۔ اور ۱۴
۳۶

میں دریاؤں چاند اور سورج کی تسخیر کے ساتھ رات اور دن کی تسخیر کا ذکر ہے۔ اور ۱۵
۵

میں ان کے ساتھ ستاروں کی تسخیر کا ذکر ہے۔ گویا یہ تمام چیزیں کسی نہ کسی رنگ میں انسان
کی خدمت کے کام میں لگائی گئی ہیں تو ان کو کام میں لگانا بڑی کوفی اور طاقت ہے جو اس

سے بالاتر ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ان چیزوں کی تسخیر کے ذکر میں
بار بار یہ فرمایا کہ انہیں ہم نے تمہارے لئے یعنی انسانوں کے لئے مسخر کیا ہے گویا وہ ایک

فِرْسَلٍ عَلَيْكُمْ قاصفًا مِنَ الرَّجْمِ فَيُغْرِقُكُمْ

بھرتے پر کشتی، توڑ دینے والی ہوا جلانے اور تم کو غرق کرنے اسٹاک

بِالْفَرْمِ تَمْرًا لِيُجِدَّ الْكَلْبُ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا

تم نے ناشکری کی بھرتہ اپنے لئے ہمارے خلاف اس معاملہ کی کوئی ہدی

۲۲
۳۴-۳۳ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجُوَارِيَ الْبَحْرَ كَالْاَعْلَامِ

الفصل اور اس کی نشانیوں میں سمندر میں پہاڑوں جیسی کشتیاں ہیں

۲۴
۳۴-۳۳ اِنْ تَشَاءُ يُسْكِنَنَّ الرَّجْمَ فَيُظْلِمُنَّ سُوَادًا عَلٰی

اُردہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرائے سو وہ اس کی پیٹھ پر کھڑی رہ جائیں

ظُهْرًا اَوْ يَنْقَلِبُنَّ كَالسُّبُوْدِ اَوْ يَعْطِفْنَ لَيْلِيْرًا

یا انہیں اسکی چوڑے جانوروں کی گھاس بنا کر دے اور وہ بہت کچھ ٹھٹھا کرنا ہوں

۲۶
۳۴-۳۳ قَبْلِ لَهٗا اَدْخِلِ الصَّوْحُرَ فَلَمَّا رَاَتْ حَبِيْبَتَا

الفصل اسے کہا میں میں نعل ہو جاؤ سو جب اسے دیکھا اسے

۲۷
۳۴-۳۳ لِحٰجَّةٍ وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَتْ اِنَّهُ صَوْحُرٌ

بہت گرا پائی سمجھا اور گھبرا گئی دیکھانے لے کہا نعل

قَمْرٌ دَمِنْ قَوَارِيْرُهُ

ہے شیشوں سے ہوا کیا گیا ہے۔

حد تک انسان کے کام آتی ہیں اور انسان کو ان پر کچھ تصرف دیا گیا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے
 کہ انسان کو ۲۱ میں اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کا خطاب دیا ہے۔ گویا حکم خدا کے ماتحت وہ ان
 پر ایک حد تک حکمرانی کرتا ہے اور کامل حکمرانی اس کی نہیں۔ وہ قدرت کی طاقتوں پر اس علم
 کی بدولت جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے تصرف بھی حاصل کرتا ہے وعلما ادم الا سماء
 کلتھا ۲۱ مگر اس کا تصرف پورا نہیں کہ کوئی شے کامل طور پر اس کے تصرف میں آجائے
 جیسا کہ ۱۶ میں بتایا کہ وہی کشتیاں اور سمندر جو تمہارے تصرف میں ہیں اور تم ان سے
 طرح طرح کی منفعت حاصل کرتے ہو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تم خود ان کے اندر ہلاک ہو جاتے
 ہو اور تمہاری طاقت کچھ کام نہیں دیتی اور ایسا ہی ۲۲ میں فرمایا کہ بڑے سے بڑے جہاز
 پہاڑوں کی طرح سطح سمندر پر چلتے بھی ہیں لیکن انسان کی یہ ساری قدرت ایک طاقت
 بالا کے نیچے ہے کہ جب اس کا حکم آتا ہے تو انسان کی ساری طاقت ایک تنکے کے
 برابر کام نہیں دیتی۔ اور پھر ایک اور بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بعض وقت انسان
 کی موٹی نظر صرف ان ظاہر اشیا کو دیکھ کر یہ دھوکا کھاتی ہے کہ شاید یہ چیزیں ہی اصل
 طاقت ہیں حالانکہ اصل طاقت ایک اور اعلیٰ اور برتر ہستی کی ہے جس کی وجہ سے یہ
 ساری چیزیں کام کر رہی ہیں۔ چنانچہ سورہ نمل آیت ۴۴ میں شیشوں کے فرش کے نیچے بہتے
 ہوئے پانی کی مثال دی ہے۔ ظاہر بین نظر اس شیشے کو پانی خیال کر لیتی ہے حالانکہ اصل طاقت
 وہ ہے جو ان شیشوں کے نیچے کام کر رہی ہے۔ اسی طرح لوگ غلطی سے قدرت کی ظاہری طاقتوں
 کو دیکھ کر یا خدایا ضرر رساں یا نفع رساں سمجھ لیتے ہیں حالانکہ اصلی طاقت اس خالق و مالک کی
 ہے جو ان کو وجود میں لایا ہے اور جس کے احکام کے مطابق وہ سب کام کر رہی ہیں تبخیر کا
 لفظ اختیار کر کے دو باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک یہ کہ ان میں سے کوئی چیز معبود نہیں
 ہو سکتی کیونکہ یہ سب خود کسی دوسرے کے حکم کے ماتحت چل رہی ہیں۔ اور اس میں حقیقت
 وہ خوف بھی دور کیا ہے جس کی وجہ سے عموماً بت پرست یا مشرک تو ہیں ہر ایک طاقت کی

ضررِ رسانی سے خائف ہو کر یا اس کی نفع رسانی کی امید میں اسے معبود بنانے کیلئے تیار ہو جاتی ہیں اور دوسرے اس تسخیر میں یہ بتایا ہے کہ انسان کو ان چیزوں کے اوپر قدرت دی گئی جو مگر اس قدرت کے دینے والا بھی وہ حقیقت کوئی اور ہے۔ جیسا کہ سورہ زخرف میں چار پایوں اور کشتی کے ذکر میں ہے سبحان الذی سخرننا هذا ما کنا لآءه قمرین۔ کیونکہ ایک طرف اگر انسان ان چیزوں پر حکومت کر سکتا اور ان کو اپنے کام میں لاسکتا ہے تو دوسری طرف اسے اتنی قدرت حاصل نہیں کہ وہ ان پر کبھی تصرف پاسکے۔ تو پس ایک طرف اگر یہ طاقتیں خود مسخر ہیں تو دوسری طرف ان کی تسخیر کرنیوالا حقیقتاً انسان نہیں بلکہ خدا نے انہیں انسان کے کام میں لگایا ہے۔ اسی لئے عموماً فعل تسخیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے کہ حقیقی بادشاہ وہی ہے جس کا حکم چلتا ہے۔ انسان مسخر بھی کر لیتا ہے مگر عاجز بھی آجاتا ہے۔

جس قدر مخلوق کی حالت پر غور کیا جائے اور اس وقت انسان کی نظر کو علم نے

بہت وسیع کر دیا ہے اور وہ چیزیں بھی ایک رنگ میں اس کے مشاہدہ میں آگئی ہیں۔

جو دو زمین کے اندر ہیں یا جو زمین سے کروڑوں سیلوں کے فاصلے پر ہیں۔ خود

زمین۔ اس کے اندر یا اوپر جو جاندار ہیں یا سبزیاں ہیں یا جمادات ہیں۔ چاند سورج

ستارے غرض تمام کی تمام چیزیں جو انسان کے علم میں آئی ہیں وہ ایک قانونِ موت و حیات کے نیچے ہیں اور ہر چیز فنا یا ہلاکت کے ماتحت ہے۔ فنا چونکہ نقیض بقا ہے اور کسی چیز کا بقا اس کا پہلی حالت پر ثابت رہنا ہے۔ اس لئے فنا سے اصل مراد اس کا حالتِ تغیر میں ہونا ہے۔ یعنی ہر چیز کی حالت ہر وقت بدلتی رہتی ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک

۵۵
۲۴-۲۶ کل من علیہا فان ۵۵
تو یعنی وجہ

الرحمن سب جو اس کے اوپر ہیں فنا ہو رہے ہیں۔ اور تیرے رب کی

رَبِّكَ ذُو الْجَلْدِ الْاَكْرَاهِ

ذات ایک ہی حالت پر رہتی ہے جو، جلال و عروت والا ہے

۶۴
۶۴ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ

اللہ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا

۲۸
۲۸ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَ ط

القصص ہر چیز ہلاک ہوئی والی ہے سوائے اسی ذات کے

ہر شے فنا کے ماتحت ہے

دلیل ہے کہ تمام مخلوق ایک تغیر کے ماتحت ہے اور غیر متبدل ہمیشہ ایک حالت پر رہنے والی صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔ مخلوق کے تغیرات خود ایک غیر متغیر ہستی کو چاہتے ہیں جو ان پر تغیر اور فنا لانیوالی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق ان لوگوں پر جو دہریت کے ولدادہ ہیں یوں بھی اتمام حجت کیا ہے کہ ان کوئی علت العلل ماننے سے چارہ نہیں جتنا بھی اس سلسلہء مخلوق پر غور کرتے چلے جاؤ اور ایک چیز سے دوسری کی طرف پیچھے ہٹتے جاؤ جو اس کی علت ہے منتہی یا انجام اس کا یہی ہوگا کہ ایک رب ماننا پڑے گا۔ دہریت اسے علت العلل کہنے لے قرآن کریم نے اس کی یہ وضاحت کر دی ہے کہ وہ علت العلل بھی ہے مگر ایک تارک علت نہیں کیونکہ آخری علت اگر تارک ہو تو اس سے جو چیزیں نکلیں گی ان کے اندر نظم اور ارادہ اور قانون کہاں سے پیدا ہوگا۔ اس لئے اس علت العلل کے متعلق فرمایا کہ وہ مدبر بالارادہ ہستی ہے

۵۳-۴۹-۴۲ وَأَنْتَ لِي رَبِّكَ الْمُنْتَهَى ۝

الخجندہ اور کہ انجام تیرے رب کی طرف ہی ہے

وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى ۝

اور کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے

وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَى ۝

اور کہ وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے

وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجِينَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى ۝

اور کہ وہی دو ساتھی پیدا کرتا ہے نر اور مادہ

..... وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ عَنِّي ۝

..... اور کہ وہی غنا دیتا ہے اور وہی ضابطہ بناؤ

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ ۝

اور کہ وہی شعری کا رب ہے

وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادَانَ لَوْلَىٰ ۝

اور کہ اسی نے پہلے عاد کو ہلاک کیا

اور انسانی زندگی سے اس کا تعلق ہے۔ حتیٰ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے۔ مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ اور آخر پر اسے رب الشعری کہا۔ شعری آسمان کا سب سے زیادہ چمکدار ستارہ ہے۔ فرمایا کہ اس کا رب بھی وہی ہے۔ اور پھر اس کے بعد فرمایا کہ اسی نے پہلی قوموں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے قانون کو ماننے سے انکار کیا ہلاک کر دیا۔ دہریت کتنا بھی خدا کا انکار کرے مگر علت العلل کا انکار دہریت بھی نہیں کر سکتا۔ اور وہی علت العلل خدا ہے۔

۳۔ ہستی باری تعالیٰ پر فطرت انسانی کی گواہی

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا وہ عام نقش جو اس کی ہر مخلوق پر ہے وہ مخلوق ہونے کی حیثیت میں انسان پر بھی ہے۔ مگر انسان میں اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوق سے بڑھ کر احساس رکھا ہے۔ اسی لحاظ سے فطرت انسانی میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک زبردست احساس دوسری مخلوق سے الگ رنگ موجود ہے۔ جس طرح انسان میں ہر ایک احساس دوسری مخلوق یا جانداروں سے بڑھ کر ہے۔ جوں جوں مخلوق ترقی کرتی ہے اس کا احساس بھی ساتھ ساتھ ترقی کرتا ہے۔ مثلاً جمادات سے بڑھ کر نباتات میں احساس ہے۔ نباتات سے بڑھ کر حیوانات میں احساس ہے اور حیوانات سے بڑھ کر انسان میں احساس ہے۔ اسی لئے انسان میں ہستی باری کا ایک ایسا احساس موجود ہے جو دوسری مخلوق میں نہیں اور اسی کو ہم انسان کی فطری

۵۲ اَمْ خَلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ
۳۶-۳۵

الطود کیا یہ بغیر کسی کے (پیدا کر نیے) پیدا ہو گئے ہیں یا ہی پیدا

اَمْ خَلِقُوا السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ
۵۱

اگر چاہتے ہیں یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے

۵۰ وَنَحْنُ اقْرَبُ بِالْيَدِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ
۱۶

قی اور ہم اس سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں

۵۶ وَنَحْنُ اقْرَبُ بِالْيَدِ مِنْكُمْ
۱۵

الواقعة اور ہم تمہاری نسبت اس سے قریب ترین

۶۳ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ
۹

الزخرف اگر تو ان سے سوال کرے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا

لَيَقُولنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ
۱۰

کیا تو فرما دے کہیں گے انہیں غالب علم والے نے پیدا کیا

۶۳ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولنَّ اللهُ
۸

الزخرف اور اگر تو ان سے پوچھے کہ انہیں پیدا کیا تو کہیں گے اللہ نے

۶۹ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ
۱۱

العنكبوت اور اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

وَمَنْ خَلَقَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولنَّ اللهُ ط
۱۲

اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا تو کہیں گے اللہ نے

۱۳ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُرًا فَاَنْبَتْنَا فِيهَا
۱۳

الاحقاف اللہ کی جانب سے پانی اتار دیا اور ہم نے اس میں پھل لگائے اور ہم نے

۱۴ ذٰلِكَ الَّذِي يُبَيِّنُ لِلنَّاسِ اٰيَاتِهِ لَعَلَّ هُمْ يَرْجِعُوْنَ
۱۴

اصل جانتیں پیدا کیا ہے.... یہ قیام رکھنے والا دین ہے

شہادت کے نام سے موسوم کرتے ہیں قرآن کریم میں اس احساس کا ذکر مختلف پیرایوں میں موجود ہے۔ ابتدائی سورتوں میں کہیں تو اس کو اس پیرائے میں ظاہر کیا ہے کہ خالق کے بارے میں ان کی فطری آوازیں ہیں۔ کیا یہ بغیر کسی کے پیدا

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنْ بُنَيِّ أَدَمَ مِّنْ

۱۴۸ الاعراف اور جب تیرے رب بنی آدم سے یعنی ان کی ٹھیکوں سے

ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ

ان کی اولاد نکالی اور ان کو اپنے پرگواہ ٹھیرایا

أَنْفُسِهِمُ السَّبْطِ بِرَبِّكَ ذَلِكُمَا لَأَبَلَىٰ شَهِدًا

کیا میں تمہارا رب نہیں انہوں نے کہا ہاں ہم گواہ ہیں

کرنے کے پیدا ہو گئے ہیں یا خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں یا زمین و آسمان کو انہوں نے پیدا کیا ہے ۱۴۸-۱۴۹ اور پھر کہا کہ ان سے سوال کرو گے کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ان کی فطرت یہی جواب دیگی کہ اللہ نے پیدا کیا ۱۴۹ یا ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو بھی فطرت کی شہادت یہی ہوگی کہ ضرور اس عظیم الشان مخلوق کا کوئی خالق ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیزیں بغیر بنانے کے نہیں بنتی تو اس وسیع نظام کا بغیر خالق کے ہونا کیونکر ممکن ہے۔ ۱۵۰ اور کہیں یوں بیان کیا کہ ہم انسان سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں ۱۵۱ یا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسان سے اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ قریب ہے ۱۵۲ تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی انسان کے اندر مرکوز ہے۔ دونوں قسم کی آیات گویا اس بات کی شہادت ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا احساس انسان کی فطرت کے اندر موجود ہے پھر اس کو بیچ میں کھولا ہے کہ انسان کی فطرت کے بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس لئے اس فطرت پر اللہ تعالیٰ کی ہستی کا نقش موجود ہے۔ کیونکہ جس چیز کو کوئی بناتا ہے اس پر اپنا نشان یقیناً چھوڑتا ہے پھر اس کی اور زیادہ وضاحت الاعراف ۱۴۲ میں کی ہے۔ جہاں ہر انسان کے متعلق جو پیدا ہوتا ہے یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نفس پر گواہ ٹھیرایا ہے۔ نفس کی خود اپنے اوپر گواہی سے یہی مراد ہے کہ خدا کی ہستی کا احساس اس کے اندر موجود ہے

اور ہر انسان کا نفس خود بول اٹھتا ہے کہ اس کا ایک خالق و مالک ہے۔ المست بریکم کیا میں تمہارا رب نہیں درحقیقت فطرت کا ہی سوال ہے اور خود فطرت ہی اس کا جواب دیتی ہے۔ بلی۔ یعنی ضرور ہے۔ یہی وہ فطرت کی شہادت تھی جس کی طرف بیسٹس اشارہ کیا ہے۔ جہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو فطرت صحیحہ پر پیدا کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا نقش موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق موجود ہے اور حدیث بخاری میں اس کی تشریح میں آتا ہے کہ بچہ تو خواہ مسلمان کا ہو یا عیسائی کا یا یہودی کا یا مجوسی کا وہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے اور بعض دوسری احادیث میں ہے کہ تمام بچے حنفاء راست روایا حنفاء مسلمین راست رو فرما نبردار پیدا ہوتے ہیں۔ درحقیقت مسلم وہی ہے جس کی فطرت میں اسلام یا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری یا اس کے ساتھ تعلق موجود ہے اور حدیث میں ہی یہ بھی ہے کہ یہ جو باتیں اصلیت کے خلاف لوگ مانتے ہیں تو یہ ماں باپ جس راہ پر بچے کو ڈال دیتے ہیں اس راہ پر وہ پڑ جاتا ہے نابواہ یہودانہ ادیجسانہ اویصیوانہ اور اس بات کا ثبوت کہ ایک خدا کی ہستی فطری امر ہے اور اس کے سوائے جو کچھ انسان مانتا ہے وہ گرد و پیش کی تعلیم یا حالات کا نتیجہ ہے اس بات سے ملتا ہے کہ ایک خدا کی ہستی پر ایمان ساری دنیا میں یکساں ہے لیکن اس کے ساتھ جتنے زواید ہیں وہ ملکوں یا قوموں سے خاص ہیں۔ حالانکہ کل ملک یا قومیں ایک خدا کے ہونے پر متفق ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فطری شہادت ہے جو کسی صورت میں نہیں مٹتی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ بہت لوگ خدا کی ہستی کے قائل نہیں تو یہاں دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اول یہ کہ منکرین ہستی باری میں سے بڑی بھاری اکثریت جس بات پر قائم ہے وہ یہ نہیں کہ ان کی فطرت ہستی باری کے عقیدہ سے سرکشی اختیار کرتی ہو بلکہ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ اس بات کے کافی دلائل ہمارے پاس نہیں کہ خدا ہے اور یہ ان کی عقل کا قصور ہے اور فی الحقیقت ان کا نقطہ نگاہ غلط

ہے کہ وہ باری تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ایسے رنگ میں چاہتے ہیں جیسے کسی امر محسوس اور مشہود کا ہو بہر حال ان کا انکار انکار فطرت پر مبنی نہیں بلکہ کئی دلائل پر مبنی ہے۔ دوم یہ کہ خواہ کوئی شخص ہستی باری کا انکار بھی کرے لیکن وہ ایک علت العلل کا انکار نہیں کر سکتا اور آج دہریے اور لادویے سب اس بات کو مانتے ہیں کہ کوئی پہلا سبب ہے گو وہ اس کو قانون کے رنگ میں مانیں اور مدبر بالارادہ تسلیم نہ کریں۔ تو ان دو باتوں کے ہوتے ہوئے یہ قطعاً نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی فطرت ہستی باری سے انکار کرتی ہے اور اگر کوئی ایسے انسان ہوں بھی تو عظیم الشان کثرت کے مقابل میں یہی کہا جائے گا کہ ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے جہاں فطرت میں ہستی باری کے مرکوز ہونے کا ذکر کیا ہے وہاں یہی ذکر کیا ہے کہ اگر ان سے سوال کرو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یہ بھی یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے کیونکہ مجبور ہو کر انہیں سبب اول ماننا پڑتا ہے اور اسی سبب اول کو جب ایک مدبر بالارادہ ہستی مانا جائے (اد نظر ہر ہے کہ اس نظام کے اندر ایک ارادہ ضرور ہے اور اس لئے اس کا خالق مدبر بالارادہ ہی ماننا پڑے گا) تو یہی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار ہے۔

انسان کی فطرت
میں باری تعالیٰ
کی محبت

ہستی باری کے فطرت میں مرکوز ہونے کے ساتھ دوسری بات جس کی طرف توجہ دلائی ہے اور وہ سب سے پہلی وحی میں بالصرحت موجود ہے یہ ہے کہ انسان کے اندر ایک زبردست کشش اپنے مولا کے لئے موجود ہے خلق الا انسان من علق۔ انسان کو تعلق سے پیدا کیا اور یہ ایسا ہے جیسا دوسری جگہ ہے کہ انسان کو عجل (عجل بزی)

۹۶ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○

العلق انسان کو تعلق سے پیدا کیا

۵۱ وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا الْمَوْسِعُونَ ○

انذا آیات اور آسمان کو ہم نے قوت کیا بنایا اور ہم قدرت والے ہیں

وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ ○

اور زمین کو ہم نے بچھایا سو ہم کیا خوب تیار کرنے والے ہیں

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○

اور ہر چیز سے ہم نے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو

سے پیدا کیا یعنی اس کے اندر جلد بازی

ہے۔۔۔۔۔ پس تعلق

سے پیدا کرنے کا مفہوم یہی ہے کہ اس کے

اندر اللہ تعالیٰ کا تعلق یا اس کی محبت موجود

ہے اور پھر اس کشش کی مثال اس کشش

یا محبت سے دی ہے جو زمین کے

فَقَرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ

سوا اللہ کی طرف ڈرو میں اسکی طرف تم سے لئے کھڑے رہنا ہوں

وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۝

اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈالی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِي

اللہ تعالیٰ کے نام سے محبت کرتے ہو تو میری پیڑی کو اللہ تعالیٰ سے محبت کر لیا

درمیان ہوتی ہے دیکھو الزاریات ۴۸-۴۹ اور اس کشش یا محبت زو جیت کو بھی وسیع کیا ہے کہ ہر قسم کے جوڑے مخلوق میں نظر آتے ہیں ذمہ کلی شئی خلقنا زوجین اس کے فوراً بعد فرمایا فَعَرُّوا إِلَى اللَّهِ۔ اور یہ درحقیقت فطرت انسانی کو اپیل ہے کہ جب تمہارے اندر اپنے مولد کے لئے کشش موجود ہے تو تم اس سے سرکشی کیوں اختیار کرتے ہو۔ گو اس میں شک نہیں کہ زمین کی محبت کا جذبہ بڑا ہی زبردست جذبہ ہے لیکن اور بھی محبتیں دنیا میں ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ انسان کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کے جذبہ کو زمین کی محبت کے جذبہ سے تشبیہ دی ہے۔ اگر قرآن شریف کو بغور پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ ہر چیز اپنے زوج کے ساتھ مل کر ایک زبردست طاقت بن جاتی ہے۔ مثلاً آسمان اور زمین کی زوجیت کو ہی لے لو جس کا اس موقع پر بالخصوص ذکر ہے تو آسمانی اور زمینی طاقتیں باہم مل کر کس قدر طاقتیں پیدا کر دیتی ہیں۔ اور کس طرح درحقیقت زمین کی طاقت کے سائے کر شمس آسمانی طاقت سے ملنے کا نتیجہ ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کو اس محبت سے تشبیہ دینے کی غرض یہ ہے کہ انسان کے اندر بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے ایک زبردست طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ انسان جو خدا کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتا ہے جتنی بڑی طاقت وہ دنیا میں ہوتی ہے اس کے برابر کوئی دوسری طاقت نظر نہیں آتی۔ یہ طاقت کروڑوں دلوں کو اپنے سامنے

جھکا لیتی ہے اور زبردست سے زبردست طاقتوں کو گرا دیتی ہے اور تمام دنیا کی طاقتیں اس کے سامنے پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ خدا کی محبت میں اپنے آپ کو مرنے والا دنیا میں ایک عظیم الشان طاقت بن جاتا ہے حضرت موسیٰ کے ذکر میں صاف طور پر فرمایا اللقیۃ علیک محبة منی میں نے اپنی طرف سے تمہارے اوپر محبت ڈال دی اور جو بات حضرت موسیٰ کے متعلق بیان فرمائی ہے وہ درحقیقت سب انبیاء کے لئے ہے۔ حضرت موسیٰ کے ذکر میں اسے اس لئے بیان کیا کہ اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ حضرت موسیٰ کا ایک دشمن بھی ان کا دوست بن گیا چونکہ انبیاء کی فطرت ایک صنف جو ہر کی طرح ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کشش کا نشان سب سے زیادہ انہی میں پایا جاتا ہے اور خدا کی محبت اور اس کی رضا کے لئے اس کی مخلوق کی محبت اس قدر زبردست ان کے دلوں میں ہوتی ہے کہ کوئی روک کوئی مشکل کوئی مقابلہ ان کی اس محبت کو ٹھنڈا نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس زبردست محبت کا ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ دنیا کے دلوں میں ان کے لئے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا فرمایا سيجعل لهم الرحمن ددا (۱۹) اور ایک جگہ فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ میں اس محبت کے جوہر کو اس قدر چمکاؤں کہ تم بھی اللہ کے محبوب بن جاؤ ﷺ اور جب ایک شخص اللہ تعالیٰ کا محبوب بنتا ہے تو مخلوق خدا بھی اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔ یہاں بھی اس بات کو بطور ایک حقیقت ثابتہ کے ذکر کیا ہے کہ انسان کی فطرت میں خدا سے محبت موجود ہے۔

قرآن کریم نے اس بات کو بھی بوضاحت بیان کیا ہے کہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع موجود ہے یعنی وہ اس کے آگے گرتا اور اس سے مدد کا خواہاں ہوتا ہے۔ عبادت اور استعانت کا جو اللہ تعالیٰ

سُبْحَانَكَ رَبِّيَ رَبِّ الْعَالَمِينَ	اللہ تعالیٰ میری ہی عبادت کرتے ہیں اور تمہاری سے مدد مانگتے ہیں
۱۹ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ۝ ارجعي	۱۹ اے اطمینان پانوالی جان اپنے رب کی
إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مُّرْتَضِيَةً ۝	اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اس سے رضی وہ تجھ سے رضی

کی طرف رجوع کی دو مختلف صورتیں
 ہیں۔ انسان کے اندر ایک فطری جوہر
 ہونا اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں
 سورہ فاتحہ میں ایاک نعبد و ایاک نستعین
 کا اقرار ہر فرد بشر کے منہ سے کر لیا ہے یعنی
 جب اللہ تعالیٰ کی حمد کی اسکی ربوبیت
 رحمانیت رحیمیت اور مالکیت کا ذکر کیا۔
 تو انسانی رُوح خود اعتراف کرتی ہے کہ وہ
 اسی کی عبادت کرتی اور اسی سے مدد مانگتی
 ہے بلکہ اس میں فرمایا کہ جن وانس کی
 پیدائش کی غرض ہی یہی ہے کہ وہ اللہ
 تعالیٰ کے آگے جھکیں اور جب تک
 ایک چیز انسان کی فطرت میں نہ ہو وہ اس
 کی زندگی کی غرض ہونیں سکتی۔ اس کے
 ساتھ ہی اس امر کی بھی وضاحت فرمائی
 کہ نفوس کاملہ جن کی فطرت کا جوہر روشن
 ترین ہوتا ہے وہ اسی قدر اس کے آگے
 زیادہ جھکتے بھی ہیں۔ چنانچہ ہر نفس کو جو مطننہ
 کا مرتبہ حاصل کر کے ایک گونہ کمال انسانی
 کو حاصل کر چکا ہے مخاطب کر کے فرمایا ارجی
 الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی اس کا رجوع

۵۶ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ
 الذائقہ اور نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اسلئے کہ وہ
 ۹۶ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِكُفْرٍ ۖ أَنْ ذَاہُ
 العلق نہیں انسان سرکش اختیار کرتا ہے جب اپنے آپ کو
 اسْتَعْنَى ۖ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرَّجْحَىٰ ۖ
 دفعی بھٹتا ہے تیرے رب کی طرف ہی لوٹ کر جاتا ہے
 ۱۰۶ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ
 بَيْنَ أَيْدِيهِمْ الْوَجْهُرَ ۖ فَسَاءَ مَا يَحْكُمُونَ
 اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو وہ (سب)
 تَدْعُونَ إِلَّا آيَاہُ
 جاتے ہے جس جنہں تم پکارتے ہو مگر وہی (رہ جاتا ہے)
 ۱۱۶ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَىٰ الْإِنْسَانَ أَعْرَضَ وَنَا
 اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا
 رِجَابَ بَيْنَهُمْ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذَا دَعَا ۖ هَوًى
 پلو پھیر لیتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو (وہی) چوڑی دعاء
 ۱۲۹ فَادْرَاكُهُمْ أَفْوَاجًا ۚ وَإِلَىٰ اللَّهِ مَخْلَصِينَ
 العنکبوت جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اللہ کو پکارتے ہیں اس کیلئے
 لَهُ الَّذِينَ هُ
 فرما جو درباری کو فالص کرتے ہوئے
 ۱۳۰ وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ
 الروم اور جب لوگوں کو دکھ پہنچتا ہے اپنے رب کو پکارتے ہیں
 مُتَّبِعِينَ ۖ إِلَيْهِ
 اس کی طرف رجوع کرتے ہیں
 ۱۳۱ وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ كَالظُّلْمِ ۖ دَعَا اللَّهَ
 لقمان اور جب انہیں لہر سائبانوں کی طرح ڈھانکتی ہے اللہ کو اس کی

الی اللہ بھی کمال کو پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اور جو جس قدر ناقص ہوتا ہے اسی قدر اس کے رجوع میں بھی نقص ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جب انسان اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے یعنی کثرت سامان دنیا کی وجہ سے سمجھتا ہے کہ میں کسی کا محتاج نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے بھی سرکشی اختیار کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ایک امر حق ہے ۹۶۔ اس لئے اگر ایک وہ نفوس کاملہ میں جن کا یہ رجوع الی اللہ کمال کو پہنچا ہوا ہے تو دوسری طرف وہ نفوس بھی جن کو جب سامان اچھا میسر آ جاتا ہے تو ان کا یہ رجوع الی اللہ کا نور ماند پڑ جاتا ہے۔ ایسے لوگ بھی جب ان سے وہ سامان چھین جائے جو ان کی غفلت کا موجب ہوا ہے اور مصیبت ان پر وارد ہو تو پھر ان کا فطری نور کچھ روشن ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں۔ اس مضمون کی آیات قرآن شریف میں بہت کثرت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتا یا اس کی عبادت اور اس سے دعا کرنا یا مدد مانگنا

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى

بندگی کو خالص کرتے ہوئے پکارتے ہیں پھر جب انہیں نکلے پھر

الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ ۖ

لاتا ہی تو ان میں سے بعض زیادہ روی اختیار کر نولے جھٹتے ہیں

يُحِبُّ أَمِنْ تَحِيْبٍ الْمَضْطَرُ إِذَا دَعَاهُ وَيُكْشِفُ

الغَمَلُ ۚ كُنْ مِمَّنْ يَرْجُو كَيْدَ الْبَغِيَّةِ ۚ جَبَدُ مَلِكٍ يَكْرَهُ

السُّوءَ وَيُحِبُّ حَلْكَ خَلْقِ الْأَرْضِ

پہا پر مصیبت کو دور کرنا ہے اور تم میں نہیں ہیں حاکم بنا تا ہے

ۚ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّوْرُ عَانًا يَجْنِبُ

یونس اور جہان کو دیکھ پہنچا ہوا تو وہ میں پکارتا ہے پئی کر وٹ پر

أَوْ قَائِلًا أَوْ قَائِمًا

یا بیٹھا یا کھڑا

ۚ اِحْتِيَ إِذْ أَنْتُمْ فِي لَدُنِّكَ وَجْرِينَ ۚ يَوْمَ

یونس یہاں تک کہ جب تم کشمکش میں جھٹتے ہو اور وہ نہیں بھی ہو گی

بِرِّحٍ طَبِيَّةٍ ۚ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَ تَهَارُحٌ

مدد سے یکے چلی ہیں اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں انہیں

عَاصِفٌ ۚ جَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ

تند ہوا آلیتی ہے اور ہر طرف سے ان پر لہریں چڑھ آتی

وَضَنُّوا أَنَّهُمْ أَحْيَطُ بِهَمِّ لَدَعْوِ اللَّهِ

میں اور وہ جانتے ہیں کہ دہلاک میں گھر گئے اللہ کو کسی کی

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ لَئِنْ أَجَبْتُنَا

خالص فرما نہ واری کرتے ہوئے پکارتے ہیں اگر تو ہمیں اس سے نجات

مِنْ هَذَا ۖ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝

جیتنے تو یقیناً ہم شکرا گزار دل میں سے ہوں گے

یہ ایک عام انسانی تجربہ ہے جس پر ہر انسان کی فطرت گواہ ہے اور دنیا کی کوئی قوم اس تجربہ سے خالی نہیں۔ بلکہ بڑے سے بڑے اللہ تعالیٰ کے منکر بھی مصیبت

۱۶ وَمَا يَكُومُنَّ نِعْمَةٌ مِنَ اللَّهِ فَتُرَادُوا
 الخلل اور جو کوئی نعمت تمہارے پاس ہے سوا اللہ کی طرف سے نہیں
 مَسْكُمُ الضَّرِّ فَإِلَيْهِ تُجَاءُونَ ۝
 تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو اسی کی طرف تم فریاد لگاتے ہو۔

کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں حتیٰ کہ دہریے بھی دکھ کے وقت خدا کو پکارنے لگتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اگر مصائب میں بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو بعض لوگ بتوں کی طرف اور پیروں کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں تو یہ ان کی نظر کی غلطی ہے۔ ان کی فطرت میں رجوع تو موجود ہے مگر اپنی نظر کی غلطی سے وہ لے دوسری طرف لگا دیتے ہیں۔ اور دوسرے جب مصیبت انہما کو پہنچ جائے اور انسان کے سامنے موت ہو تو اس وقت بتوں اور پیروں کی وساطت بھی درمیان سے اٹھ جاتی ہے اور پھر سوائے خدا کے اور کوئی یاد نہیں آتا اسی لئے اس کی مثالیں عموماً اس حالت سے دی ہیں۔ جب انسان کشتی پر سوار ہو اور سمندر میں اسے طوفان آئے تو اس وقت سوائے خدا کے کوئی یاد نہیں آتا کیونکہ جس طرح اس وقت کوئی ظاہری سالمان بچاؤ کا نہیں ہوتا اسی طرح وہ غلط وسیلے جن پر انسان تھوڑی مصیبت کے وقت بھروسہ کرتا ہے ٹوٹ جاتے ہیں۔ جس بات کو ان آیات میں کھول کھول کر بیان کیا ہے وہ ایک ہی ہے کہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اللہ تعالیٰ کے آگے جھکانا اسکی طرف رجوع کرنا موجود ہے۔ پاک فطرت انسانوں میں یہ رجوع ہر حال میں نظر آتا ہے اور جب قدر فطرت پر پڑے ہوتے ہیں اسی قدر یہ رجوع الی اللہ بھی دھندلا پڑ جاتا ہے۔ لیکن جوئی اسباب غفلت دور ہوتے ہیں اصلی جو ہر بھر چمکنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تعلق فطرت انسانی سے کچھ ایسا لگتا ہے کہ انسان کے دل کو کمال الطمینان

۸۹ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي
 العجوب اے الطمینان پائے والی جان اپنے رب کی طرف

قلب انسانی کو الطمینان کرانی سے ملتا ہے

سوائے ذکر الہی کے نہیں ملتا۔ ذکر الہی سے مراد زبان سے اللہ اللہ کرتے رہنا نہیں بلکہ

دل میں اللہ تعالیٰ کا یاد رکھنا ہے۔ بالفاظ دیگر انسان کے دل پر یہ احساس کہ خدا ہے

خواہ انسان اپنے کسی دنیا کے کام میں مشغول ہو یا دین کے کام میں اپنی معاش کی فکر کر

رہا ہو یا اللہ اللہ کر رہا ہو۔ اہل ذکر الہی ہے چونکہ ایسے امور میں کھلی شہادت صرف اسی

طرح ملتی ہے کہ انسان ایک بات کو کمال تک پہنچائے۔ اس لئے قرآن کریم نے دو

قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک وہ جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا احساس

کمال کو پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو نفس مطمئنہ (۴۹) کے نام سے پکارا

ہے گویا وہ کامل الٰہینان حاصل کر لیتے ہیں اور ان کی زندگی میں الٰہینان قلب ایسا کھلا

إِنِّي رَيْبِك رَاضِيَةٌ مَرْضِيَةٌ ۝

بوٹا آ۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

۱۴۴ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ظَنُومًا ۝

۱۴۵ وَنَحْشُوكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ۝

۱۴۶ وَلَا تَطْعَمُ مِنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا

۱۴۷ وَاتَّبَعُ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ قَرْطًا ۝

۱۴۸ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن يَحْمِلْ عَلَيْهِ

۱۴۹ يَلْهَثَ أَوْ تَتْرِكُهُ يَلْهَثُ

۱۵۰ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ

اللَّهِ أَكَلَا يَذْكُرُوا اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝

نظر آتا ہے جسے دوسرے بھی محسوس کر لیتے ہیں اور دوسری طرف ۱۴۴ اور ۱۴۵ میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو ذکر الہی سے اعراض کرتے ہیں یا ان کے دل اس طرف سے باطل غفلت میں ہوتے ہیں تو ان کے متعلق فرمایا کہ ان کی زندگی اس دنیا میں بھی تنگی کی زندگی ہوتی ہے یعنی باوجود اس کے کہ ان کے پاس ہر قسم کی فراوانی کے سامان ہوتے ہیں مگر ان کا دل اس تنگی کو محسوس کرتا ہے جو ذکر الہی سے اعراض کا نتیجہ ہے۔ کوئی ظاہری فراموشی اور

دولت انسان کے دل میں وہ راحت پیدا نہیں کر سکتی جو ذکر الہی سے پیدا ہوتی ہے۔ گو ظاہری سامانوں کی قلت ہو اور ذکر الہی سے غافل انسان اپنی حوص و ہول کے چھپے لگ کر اپنے آپ کو تباہ کر لیتا ہے اور پہلے میں ایسے شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا اور زرد دنیا پر گر جاتا ہے کتے سے دی ہے جس کی زبان ہر وقت باہر نکلی رہتی ہے اور وہ ہانپتا رہتا ہے یعنی ان کی حالت ہر وقت ایک قلق اور اضطراب کی رہتی ہے اور اطمینان قلب کسی حالت میں میسر نہیں آتا۔ اور اگر فی الواقع ان لوگوں کی حالت کو دیکھا جائے جو بالکل دنیا پر گرے ہوئے ہیں تو یہ بات ان پر صفائی سے صادقی آتی ہے۔ کسی خوبی یا بدی کے نتائج دیکھنے کے لئے ان لوگوں کی حالت کو دیکھنا چاہئے جنہوں نے اس خوبی یا بدی کو کمال تک پہنچایا ہے پس اگر ہم ایک طرف ان لوگوں کو دیکھیں جن کی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زبردست احساس موجود ہے جیسے اس کے انبیا اور اولیاء تو ان کا اطمینان قلب بھی کھلا کھلا نظر آتا ہے اور اگر ان لوگوں کی زندگیوں کو دیکھا جائے جو اللہ تعالیٰ سے بالکل غافل ہو کر زرد دنیا پر جاتے ہیں تو ان کا قلق و اضطراب بھی واقعی کتے کی باہر نکلی ہوئی زبان کی طرح ہے۔ چنانچہ قرآن شریف نے ایک طرف نفس مطمئنہ کا ذکر کیا ہے جس میں اطمینان قلب کمال کو پہنچا ہوا ہے تو دوسری طرف ذکر الہی سے بالکل غافل ہونے والوں کا ذکر بھی کتے کی مثال میں کیا ہے اور پہلے میں صفائی سے یہ ہول قائم کیا کہ اطمینان قلب سوائے ذکر اللہ کے میسر نہیں آ سکتا اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا نقش انسان کی فطرت پر موجود ہے اور بغیر اس کے لئے راحت قلب میسر نہیں آتی۔

۴۔ ہستی باری پر وحی الہی کی شہادت

اد پر جس قدر ذرائع کا ذکر ہو جن سے ہستی باری پر دلائل پیدا ہوتی ہیں ان میں سے کسی سے بھی اللہ تعالیٰ کا علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ دلائل عقلی سے تو صرف اس قدر گواہی ملتی ہے

۱۱۲ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

اور اس کی کوئی دیا ہمسرا نہیں

۱۱۲ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

اس کی مثل کوئی چیز نہیں

کہ اس تمام مخلوقات کا ایک خالق مدبر باری ہے اور اس تمام سلسلے کی ایک علت، العنل ہونی چاہئے۔ اور فطرت، انسانی سے یہ گواہی مالتی ہے کہ وہ خدا ہے اور اس

انسان کا تعلق بھی ہے گران دونوں ذریعوں سے، اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی علم حاصل نہیں ہوتا۔ دنیا میں جس قدر اشار

کا انسان کو علم ہے یا جن کا وہ ممکن ہو۔ پر علم حاصل کر سکتا ہے بکہ جس چیز پر بھی شی کا لفظ بولا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مثل نہیں نہ کوئی شے اللہ تعالیٰ کی مثل ہے پس عقل انسانی گوہر شے تک پہنچ سکتی ہو اور اس پر حاوی ہو سکتی ہو مگر اللہ تعالیٰ پر حاوی نہیں ہو سکتی۔

اسی کو صفائی سے سورہ الانعام میں کھولا ہے ۹ ادراک کے معنی ہیں کسی چیز کی غایت کو پہنچنا یعنی اس کا علم حاصل کر لینا اور ابصار نظر پر بھی بولا جاتا ہے اور عقلی دلائل پر بھی تو فرماتا ہے کہ انسان آنکھ سے بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا عقلی دلائل سے بھی اس کا علم حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو خود ان سب چیزوں پر محیط ہے ہدیدا رک الابصار یا جیسا کہ فرمایا کہ وہ اپنے بندوں سے بالاتر ہے وہ خود غیر محدود ان سب کو حد بندوں کے اندر رکھنے والا ہے جس پر پہلے متعدد آیات قرآنی نقل کی جا چکی ہیں۔ تو محدود عقل انسانی غیر محدود خالق کو کس طرح پاسکتی ہے عقل انسانی اپنی کوشش سے اس کی معرفت حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ جس چیز کا علم عقل انسانی حاصل کرے گی وہ اس پر غالب ہوگی اور اسے اپنے تصرف میں لاسکے گی۔ چنانچہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جن چیزوں کو عقل انسانی نے پایا ہے یعنی انسان نے اپنی عقل سے ان کا علم حاصل کر لیا ہے ان پر انسان نے اپنا تصرف بھی حاصل کر لیا ہے اور قرآن کریم نے قصہ آدم میں اس بات کو کھولا کہ کیا ہے جین

۱۰۷-۱۰۸ لَاتَمْسُرْهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يَدْرِكُ

الانعام نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے

۱۰۹ الْاَبْصَارُ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ قَدْ

اور وہ باریک بینی سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارے پاس تمہارے سب کی طرف سے

جَاءَ كُمْ بِصَافِرٍ مِّنْ دُونِكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلْيَنفَسْ

رُشْدًا لِّدِينٍ لَّيْلِي يَكُنْ لَّيْلِي جَوْ كَوْنِي دیکھتا ہے تو وہ اپنی جان کی جھلکی کہتے ہو

۱۱۰ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ

الانعام اور وہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے

دل فرمایا علما و ادماء الاسماء کھلا رہے اور جب انسان کو شیاء کا علم مل گیا تو پھر وہ ان پر عالم بھی ہو گیا اور اذ قلنا للملائكة اسجدوا لادم و سجدا اور ملائکہ کی جو ساطع میں فرمانبردار سے یہی مراد ہے کہ ان چیزوں پر انسان کو تصرف حاصل ہو گیا اور اس لئے اگر انسان اللہ تعالیٰ کا علم بھی اپنی عقل سے حاصل کر سکتا تو پھر اللہ تعالیٰ انسان پر قادر نہ ہوتا بلکہ انسان اس پر غالب آجاتا۔ پس خدا کا علم انسان عقل سے حاصل نہیں کر سکتا تو دوسری صورت سولے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ اپنے آپ کو انسان پر ظاہر کرے۔ چنانچہ جہاں قرآن شریف میں لانا دکھ لایا بصدا فرمایا اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اگر عقل انسانی سے اس کا علم حاصل نہیں ہو سکتا تو پھر کس طرح ہو۔ اس کا جواب دیا ہے خدا کہ بصدا من ربک۔ وہ روشنی جس سے انسان خدا کا علم حاصل کر سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ خود انسان کو دیتا ہے۔ عقل انسانی خدا کو دریافت نہیں کرتی اللہ تعالیٰ خود اپنے آپ کو ظاہر فرماتا ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ عقل انسانی سے اللہ تعالیٰ کا علم حاصل ہونا خود و لائل عقلی کے خلاف ہے تو اب دوسرا سوال قدرتا یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو انسان پر کس طرح ظاہر فرماتا ہے یا اپنا علم اور اپنی صفات کا علم انسان کو کس طرح پر دیتا ہے سو اس کے لئے قرآن شریف نے عموماً لفظ وحی اختیار کیا ہے اور ایک جگہ لفظ الہام بھی اختیار کیا ہے لفظ وحی کے لغوی معنی ہیں الاشارة الی السریة اور مفردات میں ہے کہ کلمہ الہیہ جو انبیاء

۱۹۰ وَنَفْسٍ مَّا سَوَّاهَا ۝ خَالِمَهَا فُجُورَهَا
النفس اور نفس اور اس کی تمثیل پھر الہام سے لے کر اسکی بکری

۱۹۱ وَتَقْوَاهَا ۝
اور اس کے تقویٰ رکھنے سے ہوتا ہے

۱۹۲ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ
انجم اور وہ تو اصل نفس سمجھیں ہوتا ہے صرف وحی ہی جو جو اسکی طرف کھاتی ہے

۱۹۳ اِنَّا اَوْحَيْنَا لَكَ مَا كُنَّا نُوْحِي
النساء ہے شک ہے اسکی طرف وحی کی جیسے ہم نے نوح اور اس

۱۹۴ وَالنَّبِيِّنَّ مِنْ بَعْدِهِ ۝
سے بچھنے نہیں اسکی طرف وحی کی

۱۹۵ اِنَّمَا اَنَابَتْ رُوحُكُمَا لِیُوحَىٰ اِلَىٰ اِنَّمَا
الکھف میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے

اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو انبیاء پر وحی کے لیے سے ظاہر کرتا ہے

اور اولیاد کی طرف ڈالا جاتا ہے وہ بھی
 وحی کلاتا ہے اور الہام الغفوی لودع
 ہے یعنی کسی چیز کا دل میں ڈالنا اور چونکہ
 وحی کے لغوی معنی بھی اس سے ملتے
 جلتے ہیں اس لئے ۱۹ میں الہام کا لفظ
 وحی کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔
 ۲۶-۲۷ میں اس بات کو واضح کیا ہے کہ
 غیب کے متعلق جس قدر علم ہے وہ رسولوں
 کے ذریعہ سے دیا جاتا ہے اور غیب
 میں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا وہ بتیں
 داخل ہیں جو جو اس ظاہری سے مخفی ہوں
 یا جن کا علم انسان کہ ان ذرائع سے نہیں
 ملتا جن میں اس کی کوشش کو دخل ہے عقل کے ذریعہ سے انسان جن چیزوں کا علم
 حاصل کرتا ہے چونکہ وہ بھی اپنی کوشش سے کرتا ہے اس لئے جو چیزیں انسان اپنی
 عقل سے معلوم کرے گا ان پر غیب کا لفظ نہیں بولا جائے گا تو قرآن شریف نے اول
 اس بات کو صاف کیا ہے کہ غیب جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات بھی آتی ہیں
 اسکی علم رسولوں کے ذریعہ سے دیا جاتا ہے پھر ۱۱ میں یہ واضح فرمایا کہ یہ رسول معمولی
 بستیوں کے رہنے والے انسان ہی ہوتے ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کرتا ہے
 اور ۲۲ میں بھی رسولوں کی طرف وحی کا ذکر ہے۔ پھر ۱۶ میں بتایا کہ تمام نبیوں کی طرف
 وحی ایک ہی طرح ہوتی ہے گویا یہ اللہ تعالیٰ کا ایک عام قانون ہے اور چونکہ انبیاء اور
 رسل کے ہر قوم میں آنے کو قرآن شریف نے تفصیلاً بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وحی

إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ

کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے

۲۶-۲۷ عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا

الجن غیب کا جاننے والا ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں

۱۹ إِنْ مِنْكُمْ مِنْ رَسُولٍ

کہتا ہے رسول بنا کر بھیجتے ہیں

۲۸ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا

ذی عاقل اور ہم نے تمہارے پہلے بھی بھیجے ہیں آدمیوں کی طرف

۲۹ نُوْحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ

کہ وہی بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے

۳۰ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ سُوْرٍ إِلَّا نُوْحِي إِلَيْهِ

۱۹-۲۰ اور تمہارے پہلے ہم نے کوئی رسول بھیجا مگر اس کی طرف

۳۱ وَمَا ذَلِكُمْ إِلَّا حِكْمَةٌ

میں سے کہ ان کی باتوں میں جو تمہارے رہنے پڑتی ہیں

۳۲ وَمَا ذَلِكُمْ إِلَّا حِكْمَةٌ

میں سے کہ ان کی باتوں میں جو تمہارے رہنے پڑتی ہیں

۳۳ وَمَا ذَلِكُمْ إِلَّا حِكْمَةٌ

میں سے کہ ان کی باتوں میں جو تمہارے رہنے پڑتی ہیں

۳۴ وَمَا ذَلِكُمْ إِلَّا حِكْمَةٌ

میں سے کہ ان کی باتوں میں جو تمہارے رہنے پڑتی ہیں

۳۵ وَمَا ذَلِكُمْ إِلَّا حِكْمَةٌ

میں سے کہ ان کی باتوں میں جو تمہارے رہنے پڑتی ہیں

۳۶ وَمَا ذَلِكُمْ إِلَّا حِكْمَةٌ

میں سے کہ ان کی باتوں میں جو تمہارے رہنے پڑتی ہیں

صرف کسی ایک فرد واحد کا تکرار نہیں بلکہ دنیا کی تمام قوموں کا تکرار ہے۔ پھر متعدد آیات میں یہ بیان فرمایا کہ یہ قرآن بھی بذریعہ وحی محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا ہے۔ اور اس کے اندر علم اور حکمت کی باتیں اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہی نازل ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا علم بذریعہ وحی دیا گیا ہے۔

وحی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

وحی کے معنی لغت میں اشارہ سر بیچہ کے کئے ہیں اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ یہ وہ کلام الہی ہے جو انبیاء یا اولیاء پر نازل ہوتا ہے۔ قرآن کریم پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لفظ وحی اسی کے مطابق استعمال ہوا ہے یعنی بعض مقامات پر اشارہ سر بیچہ کے معنی میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور بعض جگہ اس کلام کے متعلق جو انبیاء پر نازل ہوتا ہے اور بعض جگہ اس کلام کے متعلق جو اولیاء پر نازل ہوتا ہے اس کی تفصیل تو دوسری جگہ آئیگی یہاں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کہا ہے وہ اس کا کلام ہے۔ ابتدائی سورتوں میں اس کے متعلق زیادہ تر لفظ قول استعمال ہوا ہے جیسا کہ جو الجات سے ظاہر ہے اور پچھلے زمانہ کی سورتوں میں زیادہ

۶۶	رَأٰنَهٗ لَقَوْلِ فَصْلٍ ۝
الحادی	یہ یقیناً ایک فیصلہ کی بات ہے
۶۷	رَأٰنَهٗ لَقَوْلِ رَسُوْلِ كَرِيْمٍ ۝
التکویر	یہ یقیناً معزز رسول پر ارتقا ہوا کلام ہے
۶۵	اِنَّا عَلَيْنَا جُمُعَةٌ وَّقَرَأْنَهٗ ۝ فَاِذَا
القیامۃ	ہم اسے ذمہ لیں گا جمع کرنا اور اس پڑھنا جو پس جب ہم
	قَرَأْنَهٗ فَاَتَّبِعْ قَسْرًا ۝
	اس کو پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر
۶۳	وَرَقِیْلَ لَقُرْآنٍ تَنْزِيْلًا ۝ اِنَّا سَنُلْقِيْكَ
المنزل	اور قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھ
	ہم تجھ پر ایک
	عَلَيْكَ قَوْلًا نَّفِيْلًا ۝
	بھاری قول ڈالیں گے
۶۹	رَأٰنَهٗ لَقَوْلِ رَسُوْلِ كَرِيْمٍ ۝ وَمَا هُوَ
تجوید	وہ یقیناً معزز رسول کا کلام ہے اور وہ
	يَقُوْلُ شَاعِرًا ۝ وَلَا يَقُوْلُ كَاٰهِنًا
	شاعر کی بات نہیں اور نہ کاہن کی بات ہے
 تَنْزِيْلٍ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
	جنانوں کے رب کی طرف سے اتار دیا ہے
۶۸	وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰى بِمِيقَاتِنَا وَاكْبَدَ رَبِّيْهٖ
الاعتراف	اور جب موسیٰ ہمتی ہوا وقت مقرره پہنچا اور اسے رب نے اس

ترلفظ کلام کا استعمال کیا ہے۔ اور سورہ ۲۴
 میں تمام رسولوں سے اللہ تعالیٰ کے
 کلام کرنے کا ذکر ہے۔ اور حضرت موسیٰ
 سے کلام کا ذکر بالخصوص ہے کیونکہ حضرت
 موسیٰ کو آنحضرت صلعم سے بہت مشابہت
 ہے۔ اور سورہ ۲۸ و ۲۹ میں خود قرآن
 شریف کو کلام اللہ کہا ہے اور کلام
 برے لغت ان الفاظ کو کہتے ہیں جو ایک
 نظم میں ہوں مع اس معنی کے جو ان کے
 نیچے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے اسان کے
 ساتھ کلام کرنے میں ایک سعت بھی ہے
 جس کا ذکر ابھی آگے آتا ہے اور قول سے
 مراد نطق بھی ہوتا ہے یعنی زبان سے
 الفاظ کا ادا کرنا۔ اور بعض وقت اسے بھی

۲۴ یٰمُوسٰی اِنَّا اصْطَفٰیْکَ عَلٰی الْاٰنْسِ
 اکو ایشے موسیٰ میں نے تجھے اپنے پیغمبروں اور اپنے کلام سے
 ۲۵ یٰرِسٰلٰیْنِیْ وَرِبِّکُلّٰمِیْ زَہِد
 (دوسرے، لوگوں پر چن لیا
 ۲۶ اِنَّا نَزَّلْنَا فِیْہِمْ عَلٰی الْبَحْرِ
 البقرہ ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی جو
 ۲۷ مِنْہُمْ مِّنْ کَلِمَ اللّٰہِ وَرَفَعْنَا بَعْضَہُمْ وَّرَجٰہُ
 ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کو مراتب میں
 ۲۸ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوسٰی تَکْلِیْمًا
 النساء اور اللہ نے موسیٰ سے بہت باتیں کی
 ۲۹ یٰرِیْدٰنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلِمَ اللّٰہِ
 الفع وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں
 ۳۰ فَاِجْرٰہُ حَتّٰی یَسْمَعُ کَلِمَ اللّٰہِ
 التوبہ تو اس کو پناہ دے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے

قول کہہ دیا جاتا ہے جو دل میں تصور کر لیا جائے اور کسی چیز کی حالت کسی بات پر دلالت
 کرے تو اسے بھی قول کہہ دیا جاتا ہے تو اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی
 وحی اس کا کلام ہے۔

ظاہر ہے کہ دوسری تمام مخلوق اور انسان
 میں جو ظاہری امتیاز ہے وہ کلام ہے
 اس لئے اگر اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو انسان
 پر دوسری مخلوق سے اسے متاثر کر کے

۵۵ الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ
 الرحمن نے قرآن سکھایا انسان کو
 الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَیٰاٰنَ ۝
 پیدا کیا اسے بولنا سکھایا

ظاہر فرمائے تو بذریعہ کلام ہی ظاہر فرمائے گا اور اس کی طرف خود ہی ^{۵۵} میں ہدایت فرمائی ہے جہاں اول علم قرآن دینے کو رحمان کی طرف منسوب کیا اور پھر انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے اس کو بیان دینے کا ذکر ہے اور بیان کے معنی ہیں کسی چیز کی حقیقت کو واضح کرنا خواہ بذریعہ نطق ہو یا لکھ کر یا کتا یہ کے طور پر اور ظاہر ہے کہ یہاں جس بیان کا ذکر ہے وہ نطق ہی ہے کیونکہ یہاں رحمان کے وہ چیزیں سکھانے کا ذکر ہے ایک قرآن و دوسرا بیان۔ اور چونکہ رحمان میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا ذکر ہے کہ وہ انسان کی کوشش کے بغیر اسے کوئی سامان عطا فرمائے تو یہ سامان نطق یا قوت گویائی ہے جو انسان کو دی۔ پس یہاں قرآن کے دیا جانے کے ساتھ نطق یا گویائی کے دیا جانے کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ جس طرح انسان کی وہ صفت جو اسے دیگر مخلوق پر ممتاز کرنے کے لئے بطور مہبت عطا ہوئی ہے وہ کلام ہے۔ اسی طرح کلام ہی وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ انسان پر اپنے آپ کو ممتاز رنگ میں ظاہر فرماتا ہے

رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کس طرح کلام کرتا ہے تو اس کو نہ کوئی سمجھ سکتا ہے نہ سمجھا سکتا ہے بعینہ اسی طرح جس طرح کوئی انسان نہیں بتا سکتا کہ اللہ تعالیٰ خلق کس طرح کرتا ہے بلکہ اس سے بھی انکار جن چیزوں کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں انکی کیفیت بھی نہیں بتا سکتے۔ ہم اس امر واقع کو تو جانتے ہیں کہ ایک بیج سے ایک پودہ یا درخت بن جاتا ہے اور ہر روز بیج سے پودے اگاتے ہیں۔ لیکن

۱۶ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا
اور کسی بشر کیلئے یہ نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے

۱۷ أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يَرْسُلُ رُسُلًا
وہی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا رسول بھیجے پس اپنے حکم سے

فَيُوحِي بِأَمْرٍ أَوْ يُنذِرُ مَا يَشَاءُ

جو چاہے وحی کرے

۱۸ وَإِذَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مَّا يَوْحِي
ظہ جب ہم نے تیری ماں کی طرف وحی کی جو راہ، دیکھی جاتی ہے

۱۹ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ لِيُزَيِّرِ اللَّهُ صَافِيكُ
ان ملائکہ اور جب فرشتوں نے کہا کہ مریم اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا

الی کا کلام
عامان فی
رہ ہے

یہ کیونکر ہوتا ہے اس کو ہم نہ سمجھ سکتے ہیں
 نہ سمجھا سکتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ
 کے کلام کرنے کو ہم سمجھ نہیں سکتے لیکن
 یہ دنیا کا ایک عام تجربہ ہے اور قرآن
 شریف نے یہ ذکر کر کے کہ ہر زمانہ اور ہر
 ملک میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جن
 سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا یہ بتا دیا جو
 کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے پر انسانی تجزیہ
 گواہ ہے اور نہ صرف ایک خاص گروہ
 انبیاء و رسل کا ہی یہ تجربہ ہے بلکہ اس کو
 اور بھی عام کیا ہے۔ اور ۲۲ میں یہ بیان
 فرمایا ہے کہ غیر رسل کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ
 کا کلام ہوتا ہے اور اس فرض کے لئے
 کلام کی تین طرزیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) وحی (۲) من دعاء حجاب (۳) رسول
 کے ذریعہ سے جو جبریل فرشتہ ہے
 ان میں سے صرف آخری طرز کلام حقیقی
 رنگ میں کلام ہے جو رسولوں کی طرف
 وحی بھیجی جاتی ہے۔ اور یہی سب سے بلند
 طرز وحی ہے اور باقی دو طرز دل کو بھی اس
 مناسبت سے کلام کہا ہے کہ ان ذرائع

۱۱۱ وَرَأَوْا حَيْثُ لِيَ الْخَوَارِجِينَ أَنْ آمَنُوا
 المائکہ اور جب میں نے خوارجوں کی لہن وحی کی کہ مجھ پر اور میرے

رفی و پور سوئی

رسول پر ایمان لاؤ

۱۱۲ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا
 حم العجل وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر سیدھی راہ پر

۱۱۳ تَنْزِيلَ عَلَيْهِمُ الْمَلِكَةَ الْأَنْتَهَا فَوَا
 جے رہتے ہیں ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو

وَلَا تَخْزَنُوا

اور نہ غمگین ہو

۱۱۴ لَهُمُ الْبَتْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 بوسے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے

۱۱۵ وَمَا جَعَلْنَا الرُّعْيَا لِقَىٰ أَرْيُنَكَ إِلَّا
 جلی سوائے اور ہم نے اس رو کا کہ جو تجھے دکھایا صرف

فَتَنَةٌ لِلنَّاسِ

لوگوں کیلئے فتنہ بنایا

۱۱۶ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّعْيَا بِالْحَقِّ
 الفتح اللہ نے اپنے رسول کو خواب سچ دکھایا

۱۱۷ يَا بَتْرَى رَأَيْتَ أَحَدَهُمْ كَوْكَبًا
 بوسے اے میرے باپ میں نے گیارہ تاروں اور

۱۱۸ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ رَأَيْتَهُمَا لِي سَاجِدَيْنِ
 سورج اور چاند کو دکھانے دیکھا کہ وہ مجھے سجد کرتے ہیں

۱۱۹ قَالَ أَحَدُهُمَا لِرَأْيِ أَرْيُنِي أَعْصِرُ حَمْرًا
 بوسے ان میں سے ایک نے کہا میں نے اپنے آپ کو شرب نچوڑتے

سے بھی غیب کا علم ملتا ہے جس کا تعلق جو اس ظاہری سے کچھ نہیں ہوتا۔ ان میں سے ایک کو وحی بمعنی اشارہ سرعیہ جو اس کے لغوی معنی میں کہا ہے اور یہ انعام فی الرحمہ ہے۔ یعنی دل میں ایک بات کا ڈالنا اور دوسرے کو من دراء حجاب کہا ہے جو رو یا کشف وغیرہ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اس میں ایک نظارہ دکھا کر کلام کا مطلب ادا کیا جاتا

وَقَالَ الْاٰخِرَانِي اِنِّي اَجْمَلُ فَوْقَ

ہوئے دیکھا اور دوسرے کہا میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر

رَأْسِي خَيْرًا تَاكُلُ لَظِيْرًا مِّنْهُ ط

پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے ہر تھکے ہیں

ثُمَّ وَقَالَ لِمَلِكِ اِنِّي اَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ

اور بادشاہ نے کہا میں نے سات موٹی گائیں دیکھی ہیں

يَسْمَانُ يَا كَلْبُ سَبْعَ عِجَافٍ وَسَبْعَ

انہیں سات بلی رنگائیں لگا گئی ہیں اور سات

سَبْتَلَاتٍ خَضِرَاتٍ اٰخِرُ يَلْبَسَاتٍ

بائیں ہری اور دوسری سوکھی

ہے۔ اور اسی میں بلحاظ مرتبہ اولیاء کا الہام بھی شامل ہے کیونکہ گو اس میں یا آواز سنی جاتی ہے یا زبان پر کچھ لفظ جاری ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تیسری صورت کی وحی نہیں جس میں فرشتہ (پیوسل رسول) الفاظ الہی کو پڑھ کر سناتا ہے۔ اور نیزہ میں موٹی کی ماں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کا ذکر ہے اور ۱۱۱ میں حضرت مریم کے ساتھ اور ۱۱۱ میں حضرت عیسیٰ کے حواریوں کے ساتھ اور ۱۱۱ اور ۱۱۱ میں عام طور پر مومنوں کے ساتھ اور اس کے علاوہ رویا کے رنگ میں کلام الہی کا ذکر انبیاء کے ساتھ بھی ہے۔ جیسے ۲۸ اور ۱۶ میں آنحضرت صلیم کے رویا کا اور ۱۱۱ میں حضرت یوسف کے رویا کا۔ اور ۱۱۱ اور ۱۱۱ میں دو کافروں کے رویا کا ذکر کر کے یہ بتایا کہ رویا کے رنگ میں جو ادنیٰ ترین مرتبہ کلام ہے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ حتیٰ کہ کفار کو بلکہ فاسق و فاجر کو بھی بعض وقت سچی رویا دکھادی جاتی ہے۔ اور یہ وسعت اس لئے دی ہو کہ توحید میں پر اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صفات کے صحیح علم کا دار و مدار ہے۔ ایسی چیز نہ ہے جس سے عام انسانوں کو مطلقاً کوئی حصہ ہی نہیں ملتا اور وہ اس سے بالکل بے بہرہ

ہونے کی وجہ سے اس کو چہرے سے نا آشنا ہوتے ہیں اور اس طرح اسے عام کر کے یہ بتایا ہے کہ جو اس ظاہری سے علیحدہ یہ ایک ذریعہ ایسے علم کے حصول کا ہے جو جو اس ظاہر سے نہیں مل سکتا۔ اور یہ ذریعہ انبیاء میں اپنے کمال کو پہنچا ہوا ہوتا ہے

۹۶ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ كُلِّهَا
مَا لَمْ يَلْمَهُمْ اَلَا كَمَا جَاءَ كَادَهُ كَوْنُ سَاعِلِمِ الْاِنْسَانِ كُو دِيَا هِيْ جِسْ كِي اِسْ كُو خُبْرِ

یہ تھی جس کو وہ اپنی کوشش سے حاصل نہ کر سکتا تھا۔ قرآن کریم نے ہر مسئلہ کو علمی رنگ دیا ہے کسی خیال کو یوں اتفاقی طور پر پیش نہیں کیا بلکہ جس خیال کو پیش کیا ہے اسے کمال تک پہنچایا ہے یہ بڑی بھاری دلیل ہے کہ یہ انسانی علم نہیں۔ خود توحید کے مسئلے کو لو۔ حالانکہ یہ مسئلہ پہلے بھی تھا۔ مگر تین باتیں اس کے متعلق ایسی کہی ہیں جنہوں نے توحید الہی کو ایک سائنس بنا دیا ہے اول ہر قسم کے شرک کی تردید کی جو دنیا میں پایا جاتا ہے۔

دوم۔ توحید کو نسل انسانی کا مشترک مذہب قرار دیا یہ اعلیٰ درجہ کے علم پر مبنی ہے۔

سوم۔ توحید کو ایک خشک مذہب نہیں رہنے دیا بلکہ اسی کی بنا پر خمیر نیچر کی طرف

توجہ دلائی۔ صفات باری کے معاملہ میں صفت رب جو ارتقاء کے مسئلہ کی بنیاد ہے

اسے سب پر مقدم کیا۔ پھر اس ربوبیت کے نیچے رحمانیت رحیمیت اور مالکیت کی

تین صفات بتائیں جن کا کوئی نام و نشان تک پہلی کتب میں نہیں پایا جاتا یہ چاروں

اعلیٰ درجہ کی علمی صفات ہیں۔ پھر ہر قسم کی صفات کو کمال تک پہنچایا۔ عبادت کی کامل

صورت بتائی۔ ہریدی کی جڑ کو کاٹنے کا رستہ بتایا۔ ہر نیکی کو کمال تک پہنچانے کا راہ

دکھایا۔ تمدن اور معاشرت کے ایسے مسائل بتائے جن کی طرف خود دنیا تدریجاً جا

رہی ہے۔ علمی انکشافات ایسے اعلیٰ درجے کے ہیں جن کا صدیوں بعد سائنس نے

پتہ لگایا۔ اور ابھی بہت کچھ ہے جس کا انکشاف آئندہ ہوگا۔ بہت سی ایسی تاریخی

باتیں بتائیں جن کا پتہ مروجہ تاریخ کوئی نہ دیتی تھی اور آج ان کی صداقت ثابت ہو رہی

وہ علم جو انسانی
اپنی کوشش سے
حاصل نہ کر سکتا

ہے۔ پیغمگوئیاں ایسی بتائیں جو آج تک پوری ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ جزا و سزا آخرت حساب کتاب کے مسائل کو بہشت اور دوزخ کے مسئلے کو ایسا صاف کیا کہ جو انسان کی طاقت سے باہر تھا۔ غرض ہر پہلو میں علوم کے وہ دریا بہائے جن سے انسان آخر تک سیراب ہوتے رہیں گے۔ ان تمام امور کا ذکر اپنے اپنے موقع پر مختلف عنوانوں کے نیچے آئے گا۔

وحی الہی نے جو کچھ صفات باری تعالیٰ کا علم دنیا کو دیا ہے اور جو انسان کی اخلاقی تربیت میں اس کو موجودہ حالت تک پہنچانے میں بڑا بھاری معاون ہوا ہے۔ اس کا ذکر علیحدہ باب میں آئے گا۔ یہاں اس کے لئے گنجائش نہیں لیکن اس کے علاوہ وحی الہی ایسا زبردست یقین اللہ تعالیٰ کی ہستی پر پیدا کر دیتی ہے کہ صرف اسی ذریعہ سے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب رونما ہو جاتا ہے اور اتنی بڑی طاقت ان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے جو ناممکن کو ممکن کر دیتی ہے۔ اور یہ یقین جو وحی الہی پیدا کرتی ہے ایک زمانہ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اگر ان واقعات کو سامنے رکھا جائے تو آج بھی اسی طرح یقین کامل اللہ تعالیٰ کی ہستی پر پیدا ہو سکتا ہے رسول اللہ صلعم کی وحی یعنی قرآن کریم کے نزول نے جو انقلاب عظیم ملک عرب میں پیدا کیا اس کی کوئی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی کہ ایک ایسی قوم کو جو علم کے لحاظ سے اخلاق کے لحاظ سے تنظیم کے لحاظ سے تمدن اور معاشرت کے لحاظ سے نیکی کے لحاظ سے اس قدر قہر مذلت میں گری ہوئی تھی ایک مرتبہ تیس سال کے عرصہ میں جو کچھ بھی مانا نہیں اٹھا کر ہر پہلو سے بلند سے بلند مقام پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ ان کی ہمت اور عزم کے سامنے ان کے اخلاق کے سامنے ان کے علم کے سامنے ان کے استقامت کے سامنے ان کی نیکی کے سامنے راری دنیا جھکنے لگی۔ آج بھی اگر ان واقعات پر غور کیا جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی ہمت انسان کے دل میں ایک ایسی حقیقت ثابت ہو جاتی ہے جیسا وہ

وحی الہی ہستی
باری پر سب سے
زبردست شہاد
ہے

دو اور دو کے چار ہونے پر یقین کرتا ہے۔

۹۶ ﴿قُرْآنُكَ الْأَكْرَمُ﴾

العلق پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر بزرگی والا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زمانہ کی وحی پر غور کرو۔ کس قدر عکسیتی زمانہ

۶۸ ﴿وَالْقَلَمُ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾ مَا أَنْتَ

الْقَلَمُ دوات رگواہ ہی تو قلم در جو کچھ نہ کہتے ہیں تو اپنے رب

سے کس قدر مخالفت کا مقابلہ ہے کہ سارا

بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ﴿ وَإِنَّ لَكَ

کے فضل سے دوا نہ ہیں اور یقیناً تیرے لئے

ملک دشمن مشرک دشمن یہود دشمن عیسائی

دشمن قریش دشمن۔ غیر قریش دشمن۔ مکہ کے

اروگر دشمن۔ سارا عرب دشمن۔ ایران دشمن

لَا جُرْأَعِدٍ مِّنْهُمْ ﴿

اگر ہے جو بھی نطق نہ ہوگا

روما دشمن سالہا سال تک بظاہر ناکامی ہی

ناکامی ہے مگر کس قدر شوکت اس کلام

۹۷ ﴿وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾

الضحیٰ اور تیرا رب تجھے جلد دے گا جو تو خواہے

کے اندر ہے جو ایسے دشمنوں میں گھر سے

ہوئے اکیلے بے یار و مددگار انسان کی

۹۸ ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ﴾

انکوثر ہم نے تجھے خیر کثیر دی ہے

زبان سے نکلتا ہے۔ ابتدائی وحی سے

چلو اور دیکھو کہ کس طرح بجائے اس کے

۱۹-۲۱ ﴿رَأَيْتَ لِقَوْلِ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ ذِي

انکوثر یہ یقیناً معزز رسول پہرا تا ہوا کہلام ہے طاقث کے

کے مخالفت عداوت ناکامی سے کوئی

مذہبی پیدا ہو اس کی قوت اور پھر بیان

قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿ مَطَّاعٍ

مطاع عداوت کے نزدیک مرتبہ والے پر۔ جس کی طاعت کی

میں صراحت بڑھتی جاتی ہے اس تمام

وحی میں جو دو باتیں کھلی کھلی نظر آتی ہیں

ثَعْلَبٍ أَمِينٍ ﴿... وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأَفْقِ

جاتی ہو اور امین ... اور یقیناً اس نے اپنے آپ کو کھلے

ان میں سے ایک تو آنحضرت صلعم کی آئندہ

کلمہ میا بیوگان دنیا میں آپ کے ایک نیا نیت

۲۲ ﴿الْمَبِينِ﴾

انتہائی مقام پر دیکھا

بلند مرتبہ حاصل کرنے کا۔ انسانوں کو مقام

۲۳ ﴿كَلَّا إِنَّهَا تَأْتِي لَكِرَةٌ ﴿ فَمِنْ شَاءِ ذَكَرْتَهُ﴾

عس یوں نہیں یہ ایک نصیحت ہو جو کوئی چاہے اسے یاد رکھے

مشرق و عزت پر پہنچانے کا۔ آپ کے صحابہ

کی عظمت کا۔ اسلام کی ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرنے کا۔ دین اسلام کے غلبہ کا ذکر ہے۔ اور دوسری طرف یہ ذکر ہے کہ جو لوگ آپ کے اس کام کو نقصان پہنچانے یا تباہ کرنیکی کوشش کریں گے وہ خود ذلیل و ناکام ہوں گے یا تباہ و برباد ہو جائیں گے اور دنیا کی کوئی مخالفت کتنی بھی بڑی کیوں نہ ہو وہ آپ کے مقابلہ میں آئیگی تو پاش پاش ہو جائیگی۔ ان دونوں کا بیج اسی پہلی وحی درہک اکا کو میں موجود ہے۔ میں پہلے ان آیات کو لیتا ہوں جن میں آپ کی کامیابیوں کا ذکر ہے۔

۹۶ سب سے پہلی وحی ہے اور ربک اکا کو میں یعنی تیری تربیت کرنیوالا بزرگ و برتر ہے اپنے مربوب کی اس بزرگی کی طرف توجہ دلائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تربیت سے پیدا ہونیوالی تھی۔ ۹۸ بھی نہایت ابتدائی زمانہ کی وحی ہے لوگوں کے آپ کو مجنون کہنے کا یہ جواب دیا ہے کہ مجنون کا فعل بے جوڑ ہوتا ہے مگر آپ کے لئے ایسا ہو گا جو کبھی منقطع ہی نہ ہو گا۔

فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ

عزت والے صحیفوں میں (جو بلند اور پاک ہیں)

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝

لکھنے والوں کے ہاتھوں میں (جو معزز نیک رہیں)

وَمِنَ النَّبْلِ نَمِجَّةً ۖ بِيهَا نُذَلِّلُ مَا كَفَرَ

میں سے اور زات کے کچھ حصے ہیں اس (قرآن) کے ساتھ جاگتا رہے

أَنْ يَّبْعَثَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝

یہ تیرے لئے نفل کے طور پر ہے اس لیے کہ تیرے لیے بڑی تعریف تھا

أَوْفَاهُ ۝ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْكُرَ

اسے اور کامل ہم نے تم پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تو ناکام رہے

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ۝

اللہ صادق و بزرگی دینے والا قرآن گواہ ہے

بِأَنَّ غَلَبَتِ الرُّومَ ۝ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ

الروم رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے اور وہ

مَنْ أَعْبَدُ عَلَيْهِمْ سَيَكْفَلُونَ ۝ فِي لُجَجٍ

اپنے مغلوب ہو گئے بعد غالب آئیں گے نوسال

سِنِينَ ۝ ۵ ۝ دَلِيلُ مَيْدَانِ يُفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ

کے اندر اندر اور اس دن مومن بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کی

بِنُصْرَةِ اللَّهِ

سے خوش ہوں گے

تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ

الفقان وہ (ذات) بابرکت ہے جس نے چاہا تو تجھے اس سے

خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

بہتر باغ دیکھیں جن کے اندر نہریں بہتی ہوں

لَمْ يَسْأَلْ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

لے ایسا ابر ہو گا جو کبھی منقطع ہی نہ ہو گا۔

کیونکہ من کے معنی قطع کرنے کے بھی آتے ہیں اور اسی لئے منون موت کو کہا جاتا ہے اور مفروات میں ہے کہ غیر ممنون سے مراد غیر منقطع و لا منقوص ہے جو یہ قطع ہونے کم ہو اور ۹۳ میں بھی نہایت ابتدائی زمانہ میں آپ کی سخت تنگی اور تکالیف کے لذر فرمایا کہ عنقریب تیرا رب تجھے اس قدر دیکھا کہ تو راضی ہو جائے اور ایسا ہی ۱۶ میں آپ کو خیر کثیر دے گا ذکر سے کیونکہ کوثر کے معنی لغت میں خیر کثیر ہی ہیں اور حضرت ابن عباس اور بڑے بڑے مفسرین کے اقوال بھی اسی طرح ہیں۔ اور یہ بھی بطور مشکوٰۃ ہے جیسا اس سورت کی آخری آیت میں ان شانک ہو ا لابتدو بطور مشکوٰۃ کے ہے۔ پھر ۸۱ میں آنحضرت صلیعہ کو صاحب قوت صاحب مرتبہ اور مطاع کہہ کر بتایا کہ آپ کو اس دنیا میں یہ مقابلے گا کہ آپ قوت اور مرتبہ کے مالک ہوں گے اور لوگ آپ کی اطاعت کریں گے۔

وَيَجْعَلُ لَكَ قَصْرًا ۝

اور تجھے محل دیدے

۴۴ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزِدْنَهُمْ ۲۸-۲۵ الدخاٰن كفتے باغ اور چشے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور عزت

وَمَا قَامِ كَرِيْمٍ ۝ وَنَعْمَةً كَانُوْا فِيْهَا ۝

و اے مقام اور نعمتیں جن میں مرنے سے

كٰذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ قَدَّوْا وَاَرْضٰهَا قَوْمًا اٰخِرِيْنَ ۝

رہتے تھے ایسا ہی راب ہوگا اور ہم نے ان چیزوں کا وارث دوسرے

۴۵ وَوَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۝

النور اللہ نے تم میں ان لوگوں کو یقہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے

۴۶ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفُوْا ۝

ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا

۴۷ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۝ وَلِيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيَارَهُمْ ۝

انہیں بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کیلئے ان کے دیں گے

۴۸ الَّذِيْنَ اَرْضٰى لَهُمْ وَلِيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيَارَهُمْ ۝

جو اس نے انکے لئے بن دیا جو مضبوطی سے قائم رکھا اور وہ ان کے

خَوْفِهِمْ اٰمَنًا ۝

کیلئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن کی حالت کر دے گا

۴۹ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَاٰمَوٰلَهُمْ ۝

الاحزاب اور تمہیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا

وَ اَرْضًا لَّمْ تَطْوٰهَا ۝

کا وارث بنا دیا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم بھی نہیں چلے

۵۰ اِنَّ اٰبِلُوْهُمْ كَمَا بَلُوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۝

اللہ تعالیٰ انہیں اسی طرح آزمائے گا جس طرح تم نے اہل جہنم کو آزمایا

اور آگے فرمایا کہ آپ بلندی کے انتہائی مقام تک پہنچیں گے یعنی بڑی سے بڑی عزت جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے

آپ کو حاصل ہوگی۔ پھر ۱۱-۸۰ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو قرآن کریم کو اپنا سر بناتے ہیں۔ اور خود قرآن کریم کو بزرگ بلند او پاک صحیفے کہہ کر اور اس کے لکھنے والوں کو کوام بردہ بزرگ رستباز کا خطاب دیکر بتا دیا ہے کہ اس پر عمل کر نیوالے بلکہ اس کو لکھنے والے بھی دنیا میں بزرگ لوگ ہوں گے اور پچھلے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب آپ کو بڑی تعریف کے مقام پر لکھ کر دے گا۔ حالانکہ یہ وہ

زمانہ تھا جب آپ کو نہایت درجہ ذلیل سمجھا گیا تھا اور اسی زمانہ کی وہ روایا بھی ہے جو معراج کے نام سے موسوم ہیں اور جس کا ذکر سورت نبی اسرائیل کی سب سے پہلی آیت میں ہی آتا ہے۔ اور یہ معراج درحقیقت آپ کی بلندی منزلت کو ہی بتانے کے لئے تھا۔ پھر ۲۰ میں فرمایا کہ ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تو ناکام رہے یعنی صاحب قرآن کی کامیابی ایک یقینی امر ہے۔ یہ بھی سخت درجہ کی ناکامیوں کے زمانہ کی وحی ہے پھر سورہ ص کی پہلی آیت میں قرآن کو ذی اللذکر کہہ کر بتایا کہ اس

۶۸
۳۳۳۳
قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا بِهَذَا غَافِلِينَ

الفعل کہنے کے ہم پر افسوس ہم سرکش تھے

عَسَىٰ بُنَا أَن يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا

اسد ہو کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلے میں دے ہم اپنے

رَبِّی دَبِّدْنَا رِغْبُونَ

رب کی طرف رغبت کر نیوالے ہیں

۶۹
۳۳۳۳
فَمَا لَ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكُم مَّطْعِينٍ

المعارج مگر انہیں کیا ہوا جو کافر ہیں تیری طرف دوڑے آتے ہیں

عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ رِغْبَیْنِ

دائیں رجائب سے اور بائیں سے گروہ گروہ ہو کر

۷۰
۳۳۳۳
يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ كَأَن كَانُوا

اس دن اس دعوت دینے والے کی پیروی کریں گے جس میں

وُخْشِعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ

کوئی بڑھ جانے نہیں اور جان کے سامنے آوازیں بست ہو جائیگی

۷۱
۳۳۳۳
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ

الهدی وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت

وَالْفُجْرَ وَدِينِ الْأَحْقَرِ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

اور سچے دین کیساتھ بھیجا تاکہ اسے دینوں پر غالب کرے

پہلی آیت میں ہی آتا ہے۔ اور یہ معراج درحقیقت آپ کی بلندی منزلت کو ہی بتانے کے لئے تھا۔ پھر ۲۰ میں فرمایا کہ ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تو ناکام رہے یعنی صاحب قرآن کی کامیابی ایک یقینی امر ہے۔ یہ بھی سخت درجہ کی ناکامیوں کے زمانہ کی وحی ہے پھر سورہ ص کی پہلی آیت میں قرآن کو ذی اللذکر کہہ کر بتایا کہ اس

قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو شرف اور عورت ملے گی کیونکہ ذکر کے معنی شرف کے ہیں اور یہ نام قرآن کریم کا ابتدائی وحی میں بکثرت آتا ہے۔ پھر درمیانی زمانہ کی مکی وحی میں ایک کھلی پیشگوئی کے اندر بتایا کہ ایرانیوں اور رومیوں کی جنگ میں اس وقت رومی مغلوب ہو گئے ہیں مگر نو سال کے اندر اندر روضہ کالفظین سو نو سال تک پر بولا جاتا ہے، رومی ایرانیوں پر غالب آجائیں گے اور اصر رومیوں کا غلبہ ایرانیوں پر ہوگا تو ادھر مسلمان بھی اسی دن اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہوں گے یعنی ان کا غلبہ بھی کفار پر اس کے ساتھ ہی ہوگا۔ اس سورت کا نزول جس میں یہ پیشگوئی ہے ۶۱۵ء کا ہے اور ۶۲۲ء میں رومیوں نے ایرانیوں پر کامل فتح حاصل کی اور اسی سال مسلمانوں نے کفار پر جنگ بدر میں کامل فتح پائی۔ آخری مکی وحی الفرقان میں ہے کہ کفار یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس رسول کے پاس خزانے نہیں نہ یہ باغوں کا مالک ہے تو اس کا جواب دیا ہے کہ جو باغ اور محل ملک عرب کے ان کے خیال میں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بہتر تم کو دے گا۔ یہ قیصر و کسریٰ کے باغوں اور محلوں کی طرف اشارہ تھا جیسا کہ اس سے پہلے بھی فرعون کے قصہ میں سمجھا دیا تھا کہ کتنے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عورت دے مقام او نعمتیں انہوں نے چھوڑیں اور ان کا وارث ہم نے دوسرے لوگوں کو بنا دیا۔ صحابہ ان باتوں کو خوب سمجھتے تھے چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے ان کو جو سلطنت ایران کا دارالخلافہ تھا فتح کیا اور کسریٰ کے خزانوں کے مالک ہوئے تو یہی آیت کہ تو کو ا من جنت و عیون انہوں نے پڑھی۔ اور پھر ان پیشگوئیوں میں جو غلبہ اسلام کے متعلق تھیں وضاحت اور بھی زیادہ ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ سورہ نور میں صراحت سے فرمایا کہ اسلام کی حکومت اور سلطنت قائم ہو جائے گی اور دین مضبوط ہو جائے گا۔ اور خوف جواب کفار کی طرف سے نکار ہتا ہے اس کی جگہ امن ہو جائے گا اور درحقیقت اس قسم کے غلبہ کی پیشگوئیاں حضرت موسیٰ اور داؤد اور سلیمان اور حضرت

یوسف وغیرہ کے تذکرہ میں کثرت سے دوہرائی گئی ہیں اور صرف ملک عرب کی بادشاہت کا وعدہ ہی نہیں بلکہ کھلے الفاظ میں یہ بھی بتایا کہ ایسی زمینوں کا بھی تمہیں وارث بتایا جائے گا جس پر تم لوگ یعنی عرب کے لوگ نہیں چلے ۳۳ یعنی غیر ممالک کی بادشاہت بھی تم کو دی جائے گی۔

دوسری طرف یہ بھی بتایا ہے کہ آخراں لوگوں کی مخالفت ختم ہو جائیگی اور یہ خود دین اسلام کو قبول کر لیں گے چنانچہ سورہ قلم میں جو نہایت ابتدائی سورتوں میں سے ہو آپ کی مخالفت کرنے والوں کی مثال ان بلغ والوں سے دی ہے جن کا باغ آخر کار تباہ ہو جاتا ہے یعنی جو کچھ وہ رسول کی مخالفت میں کرتے ہیں اس کا نتیجہ کچھ نہیں ملتا۔ تو وہ پکاراٹھتے ہیں کہ ہم نے بلاوجہ سرکشی اختیار کی اور اپنے رب کی طرف رجوع کا اظہار کرتے ہیں انا الیٰ ربنا راجعون یہ صاف ان کی آخری حالت کو بتاتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے اور المعارج میں ہے کہ یہی لوگ جو اب کافر ہیں ایک وقت ہو گا کہ تمہاری طرف دائیں اور بائیں سے گروہ گروہ دوڑے چلے آئیں گے۔ یہ اس حالت کا نقشہ ہے جب ملک عرب کی چاروں اطراف سے آپ کے پاس لوگ آتے اور اسلام قبول کرتے چلے جاتے تھے ایسا ہی ظہ میں آتا ہے کہ مخالفت کے بڑے بڑے پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے ﴿ہذا﴾ اور یہ لوگ دعوت الیٰ اللہ دینے والے یعنی محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی کریں گے اور ان کی آوازیں سہت ہو جائیں گی۔ اس قسم کی آیات سے قرآن شریف بھر پڑا ہے مگر میں اس مضمون کو صرف ایک درایت پر ختم کرتا ہوں جس میں نہایت صفائی سے دین اسلام کے آخری غلبہ کی پیشگوئی کو بیان کیا ہے اور پہلے سورہ صہف میں پھر سورہ فتح میں اور آخر سورہ توبہ میں فرمایا اور اس طرح تین مختلف زمانوں میں اس کو دوہرایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے کل دینوں پر غالب کرے۔ یوں دونوں طرح کے غلبہ اور بلندی

مقام کی پیشگوئیوں کو یعنی ذمیوی طور پر اور دینی طور پر غلبہ کی پیشگوئیوں کو ورنہ اکابر کے بیچ سے ایک کامل درخت کے رنگ میں نشوونما دیا اور کھول کھول کر بیسی کے وقت بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ذمیوی رنگ میں حکومت اور دینی رنگ میں دوسرے ادیان پر غلبہ حاصل کریں گے۔

لیکن فی الحقیقت یہ عزت و شرف کی پیشگوئیاں دوسرے پہلو پر روشنی ڈالے بغیر کامل نہ ہوتی تھیں کیا یہ عزت و شرف اس طرح حاصل ہو جائیگا جس طرح دنیا میں بعض لوگ اسباب سے کام لیکر حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو گو بجاٹا پیشگوئی ہونے کے ان میں علم غیب کی ایک خبر ضرور ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کام کرتا ہوا دکھائی نہ دیتا جس نے ان حالات کے دیکھنے والوں کے دلوں میں زندہ ایمان پیدا کر دیا یا جو آج ان کے پڑھنے والوں کے دلوں میں زندہ ایمان پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے قرآن شریف نے اس مضمون کو کمال کو پہنچانے کے لئے ایک طرف اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا اظہار کیا تو دوسری طرف اس کی قدرت کاملہ کا اظہار یوں کیا کہ یہ بھی بتا دیا کہ یہ

۸۶
اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عٰیٰدًا ۝

المنظر وہ ہماری آیتوں کا دشمن ہے

۸۷
سَادُّهُنَّ صُعُوْدًا ۝

میں اسے سخت مشقت میں مبتلا کرونگا

۸۸
ذُرِّيٍّ وَّالْمَلٰٓئِیْنِ اُوۤیۡلِ النَّعْمَةِ ۝

المزمل اور مجھے چھوڑنے اور صاحب دولت جھٹلائیوں کو

۸۹
وَمَهْلَهٗمْ قَلِیْلًا ۝

اور انہیں تھوڑی سی مدت دے

۹۰
مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗٓ وَّمَا كَسَبَ ۝

اللہ۔ اس کا مال اور جو اس نے کمایا تھا اسے کسی کام میں لایگا

۹۱
مِنْ اٰنۡ شَانِكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

انکو شتر تیرا دشمن بھی وہی ہے جس کا ذکر باقی نہیں بیگا

۹۲
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ لِبٰٓئِكَ يٰۤاٰدُ ۝

العباد کیا تو نے غور نہیں کیا کہ تیرے رب نے عا د کیسے کیا کیا

۹۳
... وَتَمُوۡدُ الَّذِیۡنَ جَابُوۡا الصَّخْرَ یَاۤاُوۤاۤدُ ۝

.... اور تم وکیسا تہ جنہوں نے ادوی میں چٹان تراش

۹۴
وَفِرْعَوۡنَ ذِیۡۤیۡۤیۡ لَآۤاُوۡتَادِ ۝

.... اور فرعونوں کے زعمون کے ساتھ

عزت اور بزرگی جو محمد رسول اللہ صلعم کو ملنے والی
 والی ہے یہ معمولی اسباب سے حاصل نہیں
 ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اس میں کھلا کھلا
 کام کرنا نظر آئے گا۔ مخالفت کی آگ اٹھے
 گی اور اس کے شعلے آسمان تک پہنچیں گے
 یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوگا کہ وہ آگ اس
 صداقت کو بھسم کر جائے گی۔ سارا ملک
 مخالفت میں اٹھ کھڑا ہوگا۔ مال بے دریغ
 خرچ کیا جائے گا لیکن یہ تمام مخالفت
 پاش پاش کر دی جائے گی اور بڑی سے
 بڑی دنیوی طاقت بھی جو اسلام کو دبانے
 چاہے گی اسے صفحہ عالم سے نیست و
 نابود کر دیا جائے گا۔ یہاں بھی وہی کیفیت
 پیشگوئیوں کی ہے کہ جوں جوں مخالفت بڑھتی
 ہے توں توں اس مخالفت کے دور کرنے
 کی پیشگوئیاں بھی زیادہ طاقتور اور زیادہ
 کھلے الفاظ میں بیان کی جاتی ہیں مثلاً ابتدائی
 سورتوں میں تم کہیں یہ ہے کہ ہماری آیات
 کی مخالفت کرنے والا خود مشقت میں مبتلا
 ہوگا۔ کہیں یہ کہ ان جھٹلانے والوں کو
 تھوڑی مہلت دو پھر دیکھو ان سے کیا

۶۹ ۲۶۲۵ فَاخِذْ بِاللَّهِ لَكُمْ لُاْخِرَةً وَ

الذاتعات سوائے اسے آخرت اور دنیا کی ہر تھاک سزا

الاولیٰ ۱۰ اِن فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةٌ

میں پکڑا اس میں اس شخص کیلئے عبرت ہے

لِمَنْ یُحْسِنُ ۝

جو ڈرتا ہے

۶۲ ۱۶۱۴ فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاخَذْنٰهُ

فرعون نے رسول کی نافرمانی کی سو ہم نے اسے

اَخَذْنَا رِبٰیۡلًا ۝ فَکِیْفَ تَتَّقُوْنَ

سخت گرفت سے پکڑا سو اگر تم انکار کرو اس

اِن کَفَرْتُمْ لَیْجْعَلِ الْوِلْدَانَ

دن سے کس طرح بچ گئے جو بچوں کو بوڑھا

بِشِیۡبًا ۝

کرنے گا

۶۲ ۲۲ حَتّٰی اِذَا رَاۡوَا مَا یُوْعَدُوْنَ فِیۡ سِجِّیۡنٍ

الجن یہاں تک کہ جب اسے دیکھیں جن کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے تو

مِنْ اَضَعُوْا نَاصِرًا وَّاَقْلَ عَدُوًّا ۝

جان لیں کہ مددگار کس کو اور گنتی میں رکن تھوڑے ہیں

۵۴ ۴۴-۴۴ اَمْ یَقُوْلُوْنَ لَنْ یُّخْرِجَنَا مِنْۢ هٰذَا مَدِیْنَةٍ

القدر کیا یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جمیعت ہیں دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں

سِیۡمُوْمَ الْجُمُعِ وِیۡوَلُوْنَ الدَّابِرِ ۝

یہ جمیعت عنقریب شکست کھا جائے گی اور پیچھے پھیر کر جہان مانیں گے

۳ ۱۱ قُلِ الَّذِیۡنَ لَکُم مِّنۡ اَسْتِغْلٰیۡنٍ مُّشْرِیۡوِنَ

ال عمران کافروں سے کہ تم جلد مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی

سلوک ہوتا ہے۔ کہیں یہ کہ ان مخالفین کا مال

اور ان کی کوشش اکارت جائے گی کہیں

یہ کہ ان دشمنوں کا ذکر باقی نہیں رہے گا کہیں

نہایت اختصار سے دوسری قوموں کا ذکر

کر کے کہ ان کی مخالفت حق کا کیا انجام ہوا۔

ان مخالفین کی عبرت دلانی ہے۔ صحابہ فیل

کے ذکر میں عادی کے ذکر میں نمود کے ذکر میں

فرعون کے ذکر میں اور سورہ مزمل میں فرعون کے عبرتناک انجام کا ذکر کر کے فرمایا

کہ تم اس مہیب دن سے کس طرح بچ سکتے ہو جس سے فرعون جیسا طاقتور بادشاہ

نہ بچ سکا۔ پھر اور زیادہ وضاحت کی اور سورہ جن میں فرمایا کہ یہ لوگ جو محمد رسول اللہ

کو بے کس اور بے مددگار سمجھتے ہیں اور اپنے جھٹھوں پر ان کو فخر ہے انہیں جلد معلوم

ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کون تعداد میں کم ہیں۔ پھر اس سے زیادہ

وضاحت سورہ قمر میں کی کہ مقابلہ کا وقت آتا ہے اور یہ لوگ جو یہ گمان کر رہے ہیں

کہ یہ ایک بڑا بھاری جھٹھہ اور رسول کے مقابلہ پر ایک دوسرے کی مدد کر نیوالے ہیں

یہ یاد رکھیں کہ اس رسول کے مقابلہ میں ان کی تمام جماعتوں کو شکست ہوگی اور یہ

پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ پھر مدنی سورتوں میں جب کفار نے مدینہ پر حملے کرنے

شروع کئے اور مسلمانوں کی تعداد کو ان کی تعداد سے کچھ نسبت نہ تھی۔ اور کفار

سمجھتے تھے کہ ہم دنوں میں ان کو کھل دیں گے۔ نہایت ہی کھلی پیشگوئیوں میں بتایا کہ

یہ سب انجام کار مغلوب ہوں گے اور کہ اگر یہ لڑائی سے باز آجائیں تو انہیں معاف

کر دیا جائے گا ورنہ جس طرح پہلے لوگ حق کی مخالفت کر کے برباد ہوئے یہ بھی برباد

ہوں گے۔ غرض ایک طرف مخالفت ترقی کرتی ہے تو دوسری طرف اس مخالفت

إِلَىٰ جَهَنَّمَ

طرت اکٹھے کئے جاؤ گے

قُلْ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنِّي تَذَكَّرُ

کافروں سے کہ دو کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو

يُغْفِرُ لَهُمْ فَاذَا سَلَفُوا

گذر چکا انہیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر

يَعُودُوا أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

وہ لوگ واپس آجائیں تو یاد دلاؤں گے ان کو

یاد دلاؤں گے ان کو کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو

يَعُودُوا أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

وہ لوگ واپس آجائیں تو یاد دلاؤں گے ان کو

یاد دلاؤں گے ان کو کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو

يَعُودُوا أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

وہ لوگ واپس آجائیں تو یاد دلاؤں گے ان کو

یاد دلاؤں گے ان کو کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو

يَعُودُوا أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

وہ لوگ واپس آجائیں تو یاد دلاؤں گے ان کو

یاد دلاؤں گے ان کو کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو

يَعُودُوا أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

وہ لوگ واپس آجائیں تو یاد دلاؤں گے ان کو

یاد دلاؤں گے ان کو کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو

يَعُودُوا أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

وہ لوگ واپس آجائیں تو یاد دلاؤں گے ان کو

یاد دلاؤں گے ان کو کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو

يَعُودُوا أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

کو پاش پاش کرنے کی پیش گوئیاں بھی اپنی صراحت میں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ اور یوں اس بیکسی کے زمانہ میں یہ اقتدار اور طاقت سے بھرا ہوا کلام ظاہر کرتا ہے کہ یہ اس مقتدر ہستی کا کلام ہے جس کے سامنے دنیا کی ساری کی ساری طاقتیں بھی بیچ ہیں۔ یہ چند آیات صرف بطور نمونہ نقل کی گئی ہیں:

